باب نمبر :۔28 باب الاذان کیف ھو

زاہد حبیب فیروزی

سوال:۔ اذان کیسے کہی جائے گی اس کے بارے میں اختلاف آئمہ مع دلائل احاطہ تحریر میں لائیں؟

جواب:۔ اس بارے میں آئمہ کرام کے دو گروہ ہیں۔

پہلا گروہ:۔

ان کے نزدیک اذان اس طرح کہنی چاہیے کہ اللہ اکبر دو بار شہادتین ترجیع کے ساتھ پھر صلوٰۃ وفلاح کے کلمات دو بار تکبیر اور پھر لا الہ الا اللہ پر اذان ختم کرنی چاہیے۔

دلیل نمبر :۔ حضرت ابو محذورہؓ سے روایت ہے کہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے اس طرح اذان سکھائی۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ (اوپر بیان کی گئی ہے)

دوسرا گروہ:۔

انھوں نے پہلے گروہ سے دو جگہوں پر اختلاف کیا ہے ایک اذان کی ابتداء کے بارے میں کہ ان کے نزدیک اذان میں اللہ اکبر چار بار کہا جائے گا اور دوسرا اختلاف یہ کہ شہادتین میں ترجیع نہیں ہوگی۔

دلیل:۔ (اذان کی ابتداء کے بارے میں)

ابو محذورہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو اذان کے بارے میں انیس کلمات سکھائے جس میں اللہ اکبر چار بار اور بقیہ اذان پہلی حدیث کے مطابق ہے۔

قیاس کے اعتبار سے :۔ غور فکر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اذان کے کچھ کلمات دو جگہوں پر ہیں اور کچھ ایک ہی جگہ پر ذکر کیے گئے ہیں۔ مثلاً:۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ کلمہ شہادت اذان میں دو جگہوں پر ہے شروع میں اور آخر میں ایک جگہ پر ہے یعنی دوسری جگہ پر پہلی کی نسبت نصف ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح تکبیر بھی اذان میں دو جگہوں پر ہے ایک شروع میں اور ایک حی علی الفلاح کے بعد اس بات پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ حی علی الفلاح کے بعد اللہ اکبر دو مرتبہ کہا جاتا ہے لہذا کلمہ شہادت پر قیاس کرتے ہوئے شروع میں تکبیر کے کلمات چار بار ہونے چاہیں تاکہ آخر کی نسبت شروع میں مقدار دوگنی ہو تمام آئمہ احناف کا یہی موقف ہے البتہ امام ابو یوسفؒ سے اس کے خلاف بھی ایک روایت مروی ہے۔ دوسرے گروہ والوں نے ترجیع میں بھی اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک اذان میں ترجیع جائز نہیں۔

دلیل :۔ انھوں نے عبداللہ ابن زیدؓ والی روایت کو بطور دلیل پیش کیا کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ آسمان سے اترا ہے اس پر دو سبز رنگ کی چادریں ہیں اور دیوار کے سرے پر کھڑا ہوا اور اذان کہی تکبیر کے کلمات چار بار کہے بقیہ حدیث ابو محذورہؓ والی روایت کے مطابق ہے۔ لیکن اس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے عبداللہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے حضرت بلالؓ کو بھی سکھا دو۔

وضاحت:۔ حضرت عبداللہؓ والی روایت اور ابو محذورہؓ والی روایت سے ترجیع کے حوالے سے مختلف ہے اس لیے احتمال پایا جاتا ہے کہ ابو محذورہؓ والی حدیث میں جو ترجیع کا ذکر ہے وہ اس لیے ہو کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو اذان سکھائی تو پہلی بار ان کی آواز پست تھی تو پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو یہ کلمات دہرانے کی تاکید کی جب یہ احتمال موجود ہے تو پھر دونوں احادیث پر غور وفکر کر کے صحیح مفہوم تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ صرف کلمہ شہادت میں ترجیع کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے بقیہ پوری اذان میں ترجیع کا کوئی ذکر نہیں ہے غور فکر کے بعد یہ بات لازم آئی ہے کہ ان کلمات کو بھی بقیہ اذان پر قیاس کرتے ہوئے اذان میں ترجیع نہ کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر :۔29 باب الاقامۃ کیف ھی

سوال :۔ اقامت کیسے کہی جائے گی اختلاف آئمہ معہ دلائل تحریر کریں؟

جواب:۔ اس بارے میں آئمہ کرام کے تین گروہ ہیں۔

پہلا گروہ:۔ ان کا موقف یہ ہے کہ اذان کے تمام کلمات جوڑا جوڑا کر کے (دو دو کر کے) ادا کیے جائیں گے جبکہ اقامت کے کلمات ایک ایک کر کے ادا کیے جائیں گے۔

دلیل:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے نماز کے لیے سارے لوگوں کو جمع کرنے کی خاطر ناقوس بجانے اور آگ جلانے کا ارادہ کیا یہاں تک کہ ایک آدمی کو اذان دیتے ہوئے دیکھا پھر حضرت بلالؓ کو یہی حکم دے دیا گیا آپؓ اذان کے کلمات دو دو کر کے اور اقامت کے کلمات ایک ایک کر کے ادا کیا کرتے تھے۔

دوسرا گروہ:۔ ان کا موقف بھی باقی اذان واقامت کے حوالے سے پہلے گروہ کی طرح ہے صرف قد قامت الصلوٰۃ کے کلمات کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ بار ادا کیے جائیں گے۔

دلیل:۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو کر کے ادا کرو اور اقامت کے کلمات ایک ایک کر کے سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے ان کو دو بار ادا کیا جائے۔

عقلی استدلال:۔ اس گروہ نے نظر و فکر سے بھی اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اذان کے کچھ کلمات تکرار کے ساتھ ہیں جب وہی کلمات دوسری جگہ پر پڑھے جائیں تو ابتداء کی نسبت بعد میں نصف مقدار میں پڑھے جاتے ہیں۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے ساری اقامت اذان سے نصف ہوگی چونکہ قد قامت الصلوٰۃ کے کلمات اذان میں شامل نہیں ہیں اس لیے انہیں دو بار ہی پڑھا جائے گا۔

تیسرا گروہ:۔ [illegible]

ان کے نزدیک اذان و اقامت ہم مثل ہونگے اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ کیا جائے گا۔

دلیل (۱):۔ حضرت عبداللہ ابن زیدؓ راوی ہیں کہ انہوں نے خواب میں آسمان سے اترتا ہوا ایک آدمی دیکھا جو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے تھا اس نے دیوار پر کھڑے ہو کر اذان دی اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر ۔۔۔

ڈالے بلکہ جب فجر شروع ہو جائے تو اس وقت کھانا پینا بند کر دو۔

دوسرا گروہ: (امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ، سفیان ثوریؒ کا ہے)

ان کے نزدیک فجر کی اذان وقت شروع ہونے کے بعد دی جائے گی اور حضرت بلالؓ جو وقت سے پہلے اذان دیتے تھے وہ نماز کے لیے نہیں ہے بلکہ کسی اور مقصد کے لیے ہوتی تھی۔

دلیل (۱): حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ غائب واپس لوٹ آئیں اور سوئے ہوئے جاگ جائیں۔ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو جلدی اذان دینے کی وجہ سے اسے لوٹانے کا حکم دیا اور حضرت بلالؓ نے خود فرمایا کہ میں نے مجہول حالت میں اذان دیدی ہے اس سے پتہ چلا کہ انکی اذان کسی اور مقصد کے تھی نماز کے لیے نہیں تھی۔

(۲): حضرت حفصہؓ سے مروی ہے کہ جب مؤذن فجر کی اذان دیتا تو آپ کھڑے ہوتے فجر کی دو رکعتیں ادا کرتے مسجد کی طرف تشریف لے جاتے اور کھانا پینا ترک کر دیا جاتا اور یہ اذان صبح ہو جانے کے بعد دی جاتی تھی نیز حضرت بلالؓ کے بارے میں ایک احتمال پایا جاتا ہے کہ وہ وقت سے پہلے ان کا اذان دینا ضعف بصر کی وجہ سے ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت انسؓ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بلالؓ اذان تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کرے۔ فان فی بصرہ شیئا

قیاس: غور و فکر سے بھی دوسرے موقف کی تائید ہوتی ہے جس طرح بقیہ تمام نمازوں کی اذان ان کے وقت کے دخول کے بعد ہوتی ہیں انہیں پر قیاس کرتے ہوئے فجر کی اذان بھی وقت شروع ہونے کے بعد ہونی چاہیے۔

دلیل: حضرت ابراہیمؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت علقمہؒ کو رات کو مکہ کی طرف بھیجا رات کا وقت تھا انہوں نے کسی کو اذان دیتے ہوئے سنا تو فرمایا اسے کیا ہو گیا ہے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کی سنت کے خلاف کر رہا ہے اس وقت اس کا سویا رہنا بہتر تھا اور جب فجر کا وقت شروع ہوتا تو اس وقت یہ اذان دیتا۔ مذکورہ بالا تمام دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا موقف صحیح اور حق ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

باب نمبر: 31 باب قول المؤذن فی اذان الصبح الصلوٰۃ خیر من النوم

سوال: کیا صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جائے گا یا نہیں؟ بالتفصیل لکھیں۔

جواب: اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: ان کے نزدیک صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا مکروہ ہے۔

دلیل: انھوں نے عبداللہ بن زیدؓ والی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا تھا اور اس میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا ذکر نہیں ہے۔

دوسرا گروہ: (امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ شامل ہیں)

ان کے نزدیک فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا مستحب ہے۔

دلیل (۱): حضرت ابومحذورہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہنے کی تعلیم دی۔

(۲): امام ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے ابومحذورہؓ کو یہ کلمات سکھائے تو یہ عبداللہ بن زیدؓ والی حدیث پر زیادتی تھی اس کا استعمال واجب ہو گیا

(۳): حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے۔

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر: 32 باب الرجلین یؤذن احدھما و یقیم الآخر

سوال: کیا جو آدمی اذان کہے تو وہ اقامت بھی کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: ان کے نزدیک اذان و اقامت ایک ہی آدمی کہے گا۔

دلیل (۱): حضرت زیاد بن حارثؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا صبح کی نماز کا وقت تھا آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا میں نے اذان دی پھر جب جماعت کا وقت ہوا تو حضرت بلالؓ اقامت کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کے بھائی زیاد نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہے۔

دوسرا گروہ: ان کے نزدیک اذان اور اقامت اگر الگ الگ بندے کہیں تو اس میں کوئی مذائقہ نہیں ہے۔

دلیل: حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر خواب میں دیکھی ہوئی اذان کی کیفیت بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کلمات

بلالؓ کو سکھادو اور کہو کہ اذان دے کیونکہ انکی آواز آپ کی آواز سے بلند ہے تو حضرت بلالؓ نے اذان دی پھر عبداللہؓ آئے تو آپ ﷺ نے انھیں اقامت کہنے کا حکم دیا۔

قیاس :۔ اب دونوں احادیث میں تضاد نظر آتا ہے صحیح نقطہ پر پہنچنے کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ ایک اذان دو آدمی نہیں دے سکتے یعنی اذان کا کچھ حصہ ایک آدمی دے اور دوسرا بقیہ حصہ دے اب اس بات میں ایک احتمال یہ پایا جاتا ہے اذان اور اقامت ایک ہی چیز ہیں لہذا یہ دونوں ایک ہی بندہ کہے گا۔ اور ایک احتمال یہ پایا جاتا ہے کہ یہ دونوں الگ چیزیں ہیں لہذا اس میں کوئی حرج نہیں ہیکہ اذان ایک بندہ کہے اور اقامت دوسرا بندہ کہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اذان اور اقامت تمام نمازوں کے لیے سبب ہیں اور ان کا مقصد بلانا ہے اسی طرح جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ ضروری ہے اس کے بغیر نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر خطبہ ایک آدمی دے اور اقامت دوسرا آدمی کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یا دونوں کام ایک ہی آدمی کرے تب بھی جائز ہے اب جمعہ سے پہلے خطبہ واجب ہے اور نمازوں سے پہلے اذان واقامت سنت موکدہ ہے اگر خطبہ جو جمعہ کا سبب ہوتا ہے وہ امام کے علاوہ کوئی اور آدمی ادا کر سکتا ہے تو اذان اور اقامت بھی الگ الگ آدمی کہہ سکتے ہیں۔

باب نمبر :۔33 باب ما یستحب للرجل ان یقوله اذا سمع الاذان

سوال:۔ جب کوئی آدمی اذان سنے تو اس کا جواب دینے کا بہترین طریقہ کون سا ہے؟

جواب:۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔ ۱ اللہ تعالیٰ اکبر + امام مخفی

پہلا گروہ :۔ ان کا موقف ہے کہ جب کوئی آدمی اذان سنے تو ان ہی کلمات کے ساتھ جواب دے۔ جس طرح مؤذن سے سنے۔

دلیل :۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل جواب دو پھر مجھ پر درود بھیجو جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرماتا ہے پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کا سوال کرو اور یہ جنت میں ایک مقام ہے اور یہ مقام اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی بندے کو عطا فرمائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

دوسرا گروہ :۔ ان کے نزدیک بقیہ اذان کا جواب اسی طرح دیا جائے گا لیکن حی علی الصلوۃ و حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا جائے گا۔ کیونکہ مؤذن یہ کلمات لوگوں کو بلانے کے لیے ادا کرتا ہے جب کہ سامع کا کوئی ایسا مقصد نہیں ہوتا اس کا مقصد فقط ذکر ہوتا ہے اور یہ کلمات ذکر کے نہیں ہیں۔

دلیل 1 :۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہتا ہے تو تم میں سے کوئی اللہ اکبر اللہ اکبر کہے اسی طرح جب مؤذن اشھدان لا الہ الا اللہ کہے تو تم بھی جواب میں یہی کہو اور جب اشھدان محمد رسول اللہ کہے تو تم بھی یہی کہو۔ پھر فرمایا کہ جب وہ حی علی الصلوٰۃ کہتا ہے تو سننے والا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کہتا ہے تو جو بندہ اپنے خلوص دل سے ساری اذان کا اس طرح جواب دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

دلیل 2:۔ حضرت معاویہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ آپؓ اسی طرح اذان کا جواب دیتے اور الصلوٰۃ اور الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔۔۔۔۔۔ الخ کہتے پھر فرماتے کہ ہم نے تمہارے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

دلیل 3:۔ حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ مؤذن کی اذان سن کر یہ کہتا ہے کہ انا اشھدان لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا تو اس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ یہ دعا حضور ﷺ نے حضرت سلمیؓ کو سکھائی اللھم عند استقبال لیلک واستدبار نھارک واصوات دعائک وحضور صلاتک اغفرلی. اب ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان میں الصلوٰۃ والفلاح کے علاوہ ساری اذان ذکر پر مشتمل ہے یہ دونوں کلمات صرف پکار کے لیے ہیں چونکہ سامع کا مقصد لوگوں کو بلانا نہیں ہے اس لیے اس کے لیے ذکر افضل ہے تو الصلوٰۃ والفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کلمہ ذکر کہے گا۔

اعتراض:۔ بعض حضرات نے کہا کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔

جواب:۔ بعض علماء نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے جواب دینا مستحب ہے۔

دلیل:۔ حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ کئی سفر کیے اور ایک سفر کے دوران اذان کی آواز سنائی دی مؤذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو آپ ﷺ نے علی الفرۃ سے جواب دیا اور کلمات شہادت کے جواب میں خرج من النار فرمایا اور وہ اذان دینے والا کوئی چرواہا تھا اگر اذان کا جواب دینا واجب ہوتا ہے تو آپ ﷺ اذان کا جواب دیتے۔ معلوم ہوا کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے کار خیر ہے جس طرح حضور ﷺ نے نمازوں کے بعد بہت سارے مقامات پر دعا سکھائی۔

واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر :۔34 باب الجمع بین الصلوٰتین کیف ھو

سوال: دو نمازوں کو جمع کیسے کیا جائے گا؟

جواب: اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔ اکابر اہلسنت

پہلا گروہ: ان کے نزدیک ظہر اور عصر کی نماز کو ایک وقت میں ادا کرنا جائز ہے اسی طرح مغرب اور عشاء کی نمازوں کو بھی کیونکہ حضور ﷺ نے دو نمازوں کو جمع فرمایا انکے نزدیک جب تک دوسری نماز کا وقت ختم نہیں ہوگا اس وقت تک نماز قضاء نہیں ہوگی۔

دلیل (۱): عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سفر کی حالت میں دو نمازوں کو جمع فرمایا کرتے تھے۔

دلیل (۲): معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ادا کرتے تھے ان کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لیے ایسا کرتا ہوں کہ امت پر کوئی مشکل نہ بنے۔

دلیل (۳): ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے یہی عمل کیا جب کہ نہ کوئی خطرہ نہ کوئی سفر درپیش تھا۔

دلیل (۴): ابن عمرؓ کے بارے میں نافع روایت کرتے ہیں کہ ایک رات آپکو آپکی ایک زوجہ محترمہ کی بیماری کی اطلاع ملی آپ نے تیز رفتاری سے سفر شروع کر دیا آپ نے سفر جاری رکھا حتی کہ ایسا محسوس ہونے لگا کہ شفق غائب ہو گیا ہے آپکے ساتھیوں نے آپکو نمازوں کے لیے عرض کی آپ نے انکار کر دیا ان کے اصرار پر فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مغرب اور عشاء اس طرح جمع کر کے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ احناف اور امام شافعی کے ایک قول

دوسرا گروہ: ان کے نزدیک ہر نماز اپنے وقت میں ادا کی جا سکتی ہے دوسری نماز کے وقت میں نہیں ان کے نزدیک پہلے گروہ کی روایات میں دو احتمالات پائے جاتے ہیں ایک تو ان کے قول کے مطابق اور دوسرا ہمارے موقف کے مطابق ہے کیونکہ حضرت جابر بن زیدؓ کی روایت میں ہے کہ انھوں نے گمان کیا کہ آپ نے ظہر کی نماز آخر میں ادا کی (دیر سے) اور عصر اول وقت میں اسی طرح مغرب اور عشاء بھی اور جو ابن عمرؓ والی روایت ہے اس سے نبی پاک ﷺ کے نمازیں جمع کر کے پڑھنے کا ثبوت تو ملتا ہے لیکن جمع کی کیفیت کا عمل ابن عمرؓ کا ہے اور جو ابن عمرؓ کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے شفق غائب ہونے کے بعد نماز ادا کی اس سے مراد عشاء کی نماز ہوگی اور مغرب کی نماز آپ نے اس سے پہلے ادا کر لی ہوگی کیونکہ حضرت نافعؒ نے ہی ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سفر جاری رکھا سواری سے نہ اترے مگر ظہر یا عصر کی نماز کے لیے پھر مغرب کی نماز میں آپ نے تاخیر کر دی حتی کہ سالم نے آپ سے عرض کی کہ نماز کا وقت جا رہا ہے لیکن وہ خاموش رہے اور جب شفق غائب ہونے کے قریب تھا اس وقت آپ نے اتر کر مغرب کی نماز ادا کی اور پھر عشاء کی اور پھر فرمایا کہ حضور ﷺ اس طرح نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔ اس کی تصریح حضرت نافعؒ کی دیگر روایات سے بھی ملتی ہے۔ نیز جب یہی روایت ایک ہی راوی سے اتنی بار مروی ہے پہلی روایات مختصر ہیں اور دوسری تفصیل سے تو ان دونوں قسم کی روایات سے ایسا مفہوم ہی مراد لینا چاہیئے جس میں کسی قسم کا تضاد نہ ہو۔ ابن جابرؓ کی روایت بقیہ روایات سے افضل ہے کیونکہ اس میں حضور ﷺ کے دو نمازوں کو جمع کرنے کی کیفیت کا بیان ہے۔

دلیل (۱): حضرت عائشہؓ حضرت انسؓ حضرت مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ دو نمازوں کو اس طرح جمع کیا کرتے تھے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا کرتے تھے۔

دلیل (۲): حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو حج کے موقع کے علاوہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرتے نہیں دیکھا۔

دلیل (۳): حضرت ابو قتادہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیند کی وجہ سے نماز میں تاخیر ہو تو اس میں گناہ نہیں ہے لیکن بیداری کی حالت میں یہ تفریط کے حکم میں ہے یعنی وہ نماز کو اس وقت تک مؤخر کر دے کہ اس کے بعد دوسری نماز کا وقت شروع ہو جائے۔ جب نبی پاک ﷺ نے خود یہ حکم ارشاد فرمایا تو وہ کیسے اس کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں۔

اعتراض: حدیث جبریل میں آتا ہے کہ آپ نے پہلے دن عصر کی نماز اس وقت ادا کی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل تھا دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت میں ادا کی اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں ادا کیا۔

جواب: ہمارے نزدیک دوسرے دن ظہر کی نماز پہلے دن کی عصر کی نماز کے قریبی وقت میں ادا کی۔

دلیل: ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک نماز کے بعد دوسری کا وقت شروع ہو جائے تو پہلی قضاء ہو جاتی ہے اس سے پتہ چلا کہ ہر نماز کا ایک وقت ہوتا ہے آپ اسکی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔

قیاس: نماز فجر کے بارے میں تمام کا اجماع ہے کہ نہ وہ وقت سے پہلے ادا کی جا سکتی ہے اور نہ بعد میں۔ اب نماز فجر کا دیگر نمازوں سے ایک جدا وقت ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے دیگر نمازوں پر بھی یہی حکم لگایا جائے گا۔

اعتراض: حضور ﷺ نے حج کے موقع پر دو نمازوں کو جمع کیا۔

جواب: تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اگر میدان عرفات میں امام عام دنوں کی مانند ظہر کی نماز ظہر کے وقت اسی طرح عصر، مغرب اور عشاء اپنے اپنے اوقات میں ادا کرے تو وہ گناہ گار ہوگا اگر اس نے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ ایسا عمل کیا تو گناہ گار نہیں ہوگا معلوم ہوا کہ یہ حکم عرفات اور مزدلفہ میں حجاج کے ساتھ خاص ہے نیز حضور کے صحابہ بھی اسی طرح دو نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ مثلاً ابو عثمان اور سعد بن مالکؓ حج کے لیے سارے رستے میں دو نمازوں کو جمع کرتے رہے اس طرح کہ ظہر کی نماز کو آخری وقت میں عصر کو پہلے مغرب کو آخری اور عشاء کو پہلے وقت میں۔

دلیل: عبداللہ ابن مسعودؓ جب حج کے لیے گئے تو آپ کی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اسی طرح ادا ہوئیں اور صبح کی نماز آپ نے خوب روشن کر کے پڑھی۔ واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر: 35 — باب القرأة خلف الامام

سوال نمبر: کیا امام کے پیچھے قرأۃ کی جائے گی یا نہیں اختلاف آئمہ تحریر کریں۔

جواب: اس بارے میں مندرجہ ذیل دو گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: ان کے نزدیک امام کے پیچھے قرأۃ کرنا واجب ہے۔ ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

دلیل (۱): عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی پس آپ ﷺ پر قرأۃ مشتبہ ہوگئی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا کیا تم نے میرے پیچھے قرأۃ کی ہے تو صحابہ نے جواب دیا ہاں تو رسول ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی قرأۃ نہ کرے مگر سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرے۔ اس کی نماز نہ ہوئی جس نے سورہ فاتحہ کی تلاوت نہ کی۔

دلیل (۲): حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نامکمل ہے۔

دلیل (۳): حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ تلاوت نہ کی تو اس کہ نماز نامکمل ہے نامکمل ہے نامکمل ہے۔ ہشام بن زہرہؓ نے عرض کی کہ میں تو کبھی کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ تم اسے اپنے دل میں پڑھ لیا کرو۔

دوسرا گروہ: ان کے نزدیک امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قرأۃ کرنا جائز نہیں ہے۔

دلائل: ابو درداء سے مروی ہے ایک شخص نے کہا یا رسول ﷺ نماز میں قرآن ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایک انصاری نے کہا واجب ہوا؟ ابو درداء نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ جب امام قوم کی امامت کرے تو اس کی قرأۃ ان کے لیے کافی ہے۔

حضرت عائشہؓ اور ابو ہریرہؓ والی روایت کا جواب: حضرت عائشہؓ اور ابو ہریرہؓ والی روایات کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں "خلف الامام" کا ذکر نہیں آیا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس سے منفرد نماز مراد ہو۔

دلیل: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "من کان له امامٌ فقراة الامام له قراة"۔

عبادہؓ والی روایت کا جواب: ہم دیکھتے ہیں کہ کیا اس سے معارض بھی کوئی حدیث ہے۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ نے جہری قرأۃ کی تھی آپ نے فرمایا کیا آپ میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأۃ کی ہے ایک شخص نے جواب دیا جی ہاں یا رسول ﷺ تو پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قرآن کیوں چھینتے ہو تو اس کے بعد لوگوں نے قرأت کو ترک کر دیا۔

قیاس: تمام آئمہ کرام کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر ایک آدمی امام کے ساتھ حالت رکوع میں شامل ہوا یعنی تکبیر تحریمہ کہے اور رکوع کرے تو اس کی وہ رکعت شامل ہوگی اگرچہ اس نے قرأت نہیں کی اور یہ رخصت رکعت کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ضرورۃً اس کی رکعت شمار ہوگی دوسرا اس لیے کہ امام کی قرأۃ اس کے لیے کفائت کرتی ہے لہذا اس کی نماز قرأت کے بغیر ہو جائے گی اس پر قرأۃ فرض نہیں ہے۔ نیز تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی آدمی مذکورہ بالا صورت میں شامل ہوا لیکن رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا گیا تو رکعت ادا نہ ہوئی اگرچہ اس نے ایسا ضرورۃً اور رکعت کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے کیا ہو ضرورت ہو یا نہ ہو قیام لازم تھا اس فرض کے بغیر نماز درست نہ ہوئی جب کہ قرأت کا حکم جدا ہے ضرورۃً حکم ساقط ہو گیا لہذا ضرورت کے بغیر بھی قرأۃ خلف الامام ساقط ہوگی۔ (آئمہ احناف)

اعتراض: بعض صحابہ کرام نے قرأۃ خلف الامام کا حکم دیا ہے جیسے۔ ابو ابراہیم التیمی نے عمر بن خطابؓ سے قرأۃ خلف الامام کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا قرأۃ کیا کرو تو انھوں نے کہا اگرچہ امام کے پیچھے ہوں۔ تو فرمایا اگرچہ آپ میرے پیچھے ہوں تو آپ نے سوال کیا اگر آپ قرأۃ کر رہے ہوں تب بھی تو آپ نے فرمایا گرچہ میں قرأۃ کر رہا ہوں۔

دلیل:۔ مجاہد نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے میں نے ان کیساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھی تو انھوں نے قرات کی۔ جواب:۔ اس کے جواب میں مندرجہ ذیل احادیث ہیں

(۱)۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ من قرأ خلف الامام فھو لیس علی الفطرۃ (کہ جس نے امام کے پیچھے قرأۃ کی وہ دین اسلام پر نہیں ہے)۔

(۲)۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأۃ کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دوں۔ زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔

امام طحاوی کا موقف:۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ میں سے ایک جماعت نے امام کے پیچھے ترک قرأۃ پر اتفاق کیا ہے اس کے موافق وہ احادیث بھی ہیں جو ہم نے پیچھے ذکر ہیں اور اس کی گواہی وہ قیاس بھی دیتا ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے دوسرا موقف یعنی ترک قرأۃ والا موقف اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر:۔36 باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع هل مع ذلك رفع ام لا

سوال:۔ کیا رکوع و سجود کرتے وقت رفع یدین کیا جائے گا یا نہیں؟

جواب:۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ:۔ ان کے نزدیک رکوع کرتے وقت رکوع سے اٹھتے وقت اور قعدہ سے قیام کی طرف اٹھتے وقت رفع یدین کرنا واجب ہے۔ امام شافعیؒ، احمدؒ، اسحاقؒ

دلیل (۱):۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب فرض نماز ادا کرتے تو تکبیر تحریمہ کیوقت ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے قرأت سے فارغ ہونے کے بعد جب رکوع کا ارادہ کرتے کا ور جب رکوع سے فارغ ہو کر اٹھتے تو ان دونوں صورتوں میں بھی رفع یدین کرتے باقی نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور جب دو سجدوں سے فارغ ہو کر کھڑے ہوتے اسی طرح ہاتھوں کو کندھے تک اٹھاتے اور تکبیر کہتے۔

دلیل (۲):۔ حضرت سالمؒ، حضرت جابر اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے یہی مروی ہے نیز انھوں نے فرمایا ہے کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

دلیل (۳):۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ سے مروی ہیکہ وہ دس صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے فرمانے لگے میں حضور ﷺ کی نماز کے بارے میں آپ سب سے زیادہ جانتا ہوں صحابہ فرمانے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ آپؓ ہم سے زیادہ حضور ﷺ کی معیت میں نہیں رہے ابو حمیدؓ نے فرمایا کیوں نہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے فرمایا کوئی دلیل پیش کرو تو انہوں نے بھی یہی روایت تفصیل کیساتھ بیان کی تو تمام صحابہ نے فرمایا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے۔

دوسرا گروہ:۔ ان کے نزدیک صرف تکبیر تحریمہ کیوقت ایسا کیا جائے گا بقیہ نماز میں رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔ احناف

دلیل (۱):۔ حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ کیوقت ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جاتے اس کے بعد آپ ﷺ عمل کو دوبارہ نہیں دہراتے تھے۔

دلیل (۲):۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ابراہیمؒ سے حضرت وائلؓ والی روایت کے بارے میں سوال کیا کہ حضرت وائلؓ نے نبی پاک ﷺ کو ان تین جگہوں پر رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو ابراہیمؒ فرمانے لگے کہ اگر وائل نے آپ کو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پچاس بار حضور ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے (نیز ہماری روایت ان سے تواتر صحت اور استقامت کے اعتبار سے بھی اولیٰ ہیں۔)

مثلاً:۔ حضرت علیؓ والی روایت جس سے پتہ چلتا تھا کہ حضور ﷺ رفع یدین کرتے تھے یہ روایت ابن ابی زیادؒ سے نقل کی ہے جب کہ حضرت علیؓ کے دیگر اصحاب نے آپ سے یہی روایت نقل کی ہے لیکن اس میں رفع یدین کا ذکر نہیں کیا اس لیے ابن زیاد والی روایت میں بھی دو چیزوں کا پتہ چلتا ہے یا تو یہ روایت فی نفسہ کمزور ہے یا حقیقت میں اس میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے اس لیے کہ اگر بقیہ اصحاب والی حدیث محفوظ ہے تو ابن ابی زیادؒ والی روایت کو صحیح مان لیا جائے یعنی اگر ان کے یہ الفاظ دیگر اصحابہ کی روایات سے زائد ہیں تب بھی یہ ممکن نہیں کہ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور خود اس عمل کو ترک کر دیا ہو کیونکہ حضرت علیؓ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے المختصر اگر وہ روایت آپ سے اس طرح مروی بھی تھی تب بھی آپ سے اس کا نسخ ثابت ہوتا ہے۔

ابن عمر والی روایت کا جواب:۔ جہاں تک ابن عمرؓ والی روایت کا تعلق ہے تو ان سے اس کے خلاف بھی مروی ہے حضرت مجاہدؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ تکبیر اولیٰ کے علاوہ ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے لہذا ایسا ممکن کہ ایسے عظیم صحابی حضور ﷺ کے حکم کے خلاف کریں۔

اعتراض:۔ اگر اس حدیث کو منکر کہا جائے۔

جواب: اس کو منکر قرار دینے کے لیے کوئی واضح دلیل موجود نہیں اس لیے کہ اس کے ایک راوی طاؤس نے اگر ابن عمرؓ سے رفع یدین والی روایت نقل کی ہے تو مجاہد نے ان کے خلاف روایت کی ہے ہوسکتا ہے کہ طاؤس نے آپ کا پہلا فعل دیکھا ہو اور مجاہد نے بعد والا فعل دیکھا ہو اس جھگڑے سے بچنے کے لیے مجاہد کی روایت کو قبول کیا جائے گا تاکہ دیگر بہت ساری روایات کو ترک کرنا لازم نہ آئے۔

نوٹ: حضرت عبداللہؓ حضور ﷺ کے ان صحابہ میں سے ہیں جو آپ ﷺ کے زیادہ قریب رہتے تھے تاکہ وہ دین کے احکامات سیکھ سکیں اس لیے آپ کی صحبت میں جو شخصیت زیادہ رہی دور رہنے والے کی نسبت اسکی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔

اعتراض: حضرت ابراہیمؒ کے بارے میں ایک اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے جو روایات حضرت عبداللہؓ سے لی ہیں وہ مرفوع نہیں ہیں۔

جواب: حضرت ابراہیم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت عبداللہؓ سے ہمیشہ وہ روایات لیتا ہوں جو مرفوع ہوں اور صحابہ کی ایک کثیر جماعت نے اسے نقل کیا ہے اگر اس کو کسی اور سے نقل کروں تو اس کا حوالہ ذکر کر دیتا ہوں۔

قیاس: (۱) امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میری ساری بحث کا مقصد اہل علم کا دل دکھانا نہیں ہے بلکہ میرا مقصد حق کو واضح کرنا ہے۔

(۲)۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ تکبیر تحریمہ نماز کا اندرونی فرض ہے اور بقیہ تکبیرات سنت ہیں مثلاً دو سجدوں کی تکبیرات بھی سنت ہیں ان میں آپ ﷺ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے تو جو تکبیریں سنت ہیں ان پر قیاس کرتے ہوئے ان میں بھی ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے سنت کو فرض پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

ابو بکر بن عیاش کا قول: حضرت ابوبکر بن عیاش کا قول ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی کسی فقیہ کو تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

313

باب نمبر: 37 باب الامام سمع اللہ لمن حمدہ ھل ینبغی لہ ان یقول بعد ھا ربنا ولک الحمد ام لا۔

سوال: کیا امام سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد ربنا ولک الحمد کہے گا یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: (امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ)

موقف: ان کے نزدیک امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا ربنا لک الحمد نہیں کہہ سکتا اور مقتدی ربنا ولک الحمد کہے گا امام کے کلمات کو نہیں دہرائے گا۔

دلیل (۱): حضرت ابوموسیٰ اور حضرت علی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں نماز سکھائی اور فرمایا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اللہ تعالیٰ تمہاری حمد کو سنتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کہلوایا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو سنتا ہے۔

دلیل (۲): حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہا کرو۔ تاکہ تمہارا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے ایسا کرنے والے کے سابقہ سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

دوسرا گروہ: (صاحبین کا گروہ)

موقف: ان کے نزدیک سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ربنا لک الحمد کہہ سکتا ہے اور مقتدی صرف ربنا ولک الحمد کہے گا ان کے نزدیک پہلے گروہ کے دلائل سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی کہ جو مقتدی کہے گا وہ امام نہیں کہہ سکتا کیونکہ اگر یہ معنی مراد لیا جائے تو اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا جائز نہیں ہو گا۔ جبکہ تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ نماز اکیلے پڑھنے والا ربنا ولک الحمد سے پہلے سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا نیز نبی پاک ﷺ کے فرمان سے امام کے لیے ان کلمات کے کہنے کی ممانعت کہیں بھی ثابت نہیں ہوتی۔

دلائل: حضرت ابوجحیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں دولت مندی اور بزرگی کی بات ہو رہی تھی کچھ لوگوں نے کہا فلاں بندہ اونٹوں کی وجہ سے زیادہ امیر ہے بعض نے کہا گھوڑوں کی وجہ سے زیادہ امیر ہے حضور ﷺ خاموش رہے جب نماز شروع ہوئی آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا فرمایا

ترجمہ: (اے اللہ تو ہمارا پروردگار ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے سب تیری تعریف کے لیے ہے جس کو تو عطا کرے اس سے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو تو عطا نہ کرے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے کسی بڑے شخص کی بڑائی اس کو نفع نہیں دے سکتی یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اکیلا نماز پڑھنے والا سمع اللہ لمن حمدہ کیساتھ ربنا ولک الحمد بھی کہے گا اس کے بعد ہم اس موضوع

کے حوالہ سے دیکھیں گے کہ کیا حضور ﷺ سے اس بارے میں کوئی روایات بھی مروی ہیں یا نہیں۔

دلیل(۲): ۔حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب فجر کی نماز میں قرأت سے فارغ ہوئے پھر رکوع کیلئے تکبیر کہی پھر رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اللھم انج الولید ابن الولید کہا پھر باقی حدیث اسی طرح ذکر کی۔

وضاحت: ہوسکتا ہے جب نماز فجر کے لیے دعائے قنوت شروع کی گئی تھی یہ کلمات اس وقت کے ہوں اور جب دعائے قنوت پڑھنا چھوڑ دیا تو یہ کلمات بھی ترک کر دیے ہوں کیونکہ اس میں صرف نماز فجر کا ذکر ہے اس لیے ہمیں مزید دلائل کی ضرورت ہے اس بارے میں ہمیں ایک اور حدیث ملتی ہے ابو ہریرہؓ سے ہی مروی ہے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی نماز کو تم سے زیادہ جاننے والا ہوں اور فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اس کے بعد ربنا لک الحمد بھی کہتے تھے۔

دلیل(۳): حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار سورج گرہن لگ گیا حضور ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اس کے علاوہ حضرت سالمؒ سے بھی یہ حدیث پاک مروی ہے کہ آپ سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ربنا لک الحمد کہتے تھے ان دلائل سے واضح ہوگیا کہ یہ حکم صرف نماز فجر کے ساتھ خاص نہیں تھا یا ترک نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہ عمل باقی بھی رہا اور ہر قسم کی نماز میں مشروع کر دیا گیا۔

قیاس: تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اکیلا نماز پڑھنے والا دونوں کلمات کہے گا ہم دیکھتے ہیں کہ امام اور اکیلے نماز پڑھنے والے کے سارے افعال تکبیر، قرأت، قیام، تشہد وغیرہ ایک جیسے ہوتے ہیں علاوہ ازیں نماز فاسد ہونے سے سجدہ سہو کے واجب ہونے اور دیگر احکامات میں بھی دونوں برابر ہیں اس حکم میں بھی ان کو برابر ہی رکھا جائے گا جب یہ ثابت ہے کہ اکیلا نماز پڑھنے والا دونوں کلمات کیسے کہے گا اس پر قیاس کرتے ہوئے امام پر بھی حکم روا رکھا جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر:38 باب صفة الجلوس فی الصلوٰة کیف ھو

سوال: ۔نماز میں بیٹھنے کا طریقہ کیا ہے آئمہ کا اختلاف تفصیلاً تحریر کریں۔

جواب: ۔اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: ان کے نزدیک قعدہ میں دایاں پاؤں کھڑا کیا جائے گا جبکہ بایاں بچھایا جائے گا اور زمین پر بیٹھا جائے گا۔

دلیل(۱): ۔یحیٰی بن سعیدؒ روایت کرتے ہیں کہ قاسم بن محمدؒ نے انہیں نماز میں بیٹھنے کا طریقہ سکھایا اس طرح کہ دایاں پاؤں کھڑا کیا بایاں پاؤں بچھایا اور بائیں سرین پر بیٹھے (بائیں سرین کو زمین پر رکھا) اور اپنے پاؤں پر نہ بیٹھے اور وہ بیان فرماتے ہیں کہ انکے علاوہ عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے بھی یہی طریقہ سیکھا ہے۔

دلیل(۲): ۔عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد گرامی کو نماز میں چار زانوں بیٹھے ہوئے دیکھا فرماتے ہیں ان کو دیکھ کر میں نے بھی ایسا ہی کیا تو میں اس وقت بچہ تھا تو انہوں نے مجھے ایسا بیٹھنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ نماز میں بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے۔۔۔۔جو مذکور ہوا اور خود اس طرح بیٹھے اور فرمایا کہ میرے پاؤں بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتے۔

دوسرا گروہ: ۔ان کے نزدیک آخری قعدہ میں ایسا کیا جائے گا لیکن پہلے قعدہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں بچھا کر بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے گا۔ یہ دوسرے قعدہ کے بارے میں پہلے گروہ سے اتفاق رکھتے ہیں اور پہلے قعدہ کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ وہ عمل جسے عبداللہ نے سنت طریقہ بتایا ہے وہ ان کا ذاتی عمل ہوگا کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المجتھدین بعدی" علاوہ ازیں کئی اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہؓ کے اقوال کو بھی سنت کہا جاتا ہے اس سنت سے مراد صحابہ کا عمل ہے۔اس میں ایک دلیل یہ بھی ملتی ہے کہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے اپنے پاؤں پر بیٹھ نہیں سکتے تھے۔

دلیل: ۔حضرت عبدالحمید بن جعفرؒ نے محمد بن عمر بن عطافؒ کے حوالے سے ابو حمید ساعدیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ دس صحابہ کرام کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی نماز کے بارے میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں صحابہ کرام نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا آپ دلیل پیش کریں تو انہوں نے دلیل پیش کی تو صحابہ کرام نے فرمایا صدقت انہوں نے جو حدیث پیش کی انہوں نے ذکر کیا کہ آپ پہلے قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے تھے یہاں تک کہ جب آخری رکعت کا سجدہ کر کے بیٹھتے تو بائیں سرین زمین پر رکھتے اور پھر سلام پھیرتے صحابہ نے فرمایا: صدقت

دوسرا گروہ: ۔پہلے دونوں گروہوں سے اختلاف کرتے ہوئے ان کا موقف یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو بچھایا جائے گا اور اس پر بیٹھا جائے گا۔

دلیل: ۔حضرت وائل بن حجرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ارادہ کیا کہ میں آپکی نماز کو اچھے طریقے سے یاد کروں گا جب آپ تشہد کے لیے بیٹھے بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھا اور دائیں ہتھیلی کو دائیں ران پر اور پھر انگوٹھے اور انگلیوں کو ملا کر دائرہ بنایا اور شہادت کی انگلی اٹھائی۔

وضاحت:۔ سابقہ روایات اور وائل والی سب متضاد دکھائی دے رہی ہیں اس سے بچنے کی خاطر ان احادیث کی صحت اور استقامت کو دیکھا جائے گا جو روایت ابوحمیدؓ سے روتی ہے اس میں محمد بن عمر بن عطاف نے حدثنی رجل کا ذکر کیا ہے اور علماء حدیث ایسی روایات سے استدلال نہیں کرتے جس میں کوئی مُبْہَم مجہول ہو اور اگر ہماری روایت میں عطاف بن خالد پر اعتراض کیا جائے (ضعف کا) اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ تمہاری روایت میں عبدالحمید کا ذکر ہے وہ بھی عطافؓ سے روایت کرتے ہیں اس لیے کہ انکی پہلی احادیث صحیح ہیں اور بعض بعد والی احادیث میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے یحییٰ بن معینؒ نے اپنی کتاب میں اس بات کی تائید کی ہے اس کے علاوہ عمر ابھی جوان تھے کی عمر ابھی احتمال والی نہیں تھی پھر بھی انھوں نے حدثنی رجل کا ذکر کیا ہے۔

دلیل:۔ عیسی بن عبداللہ بن مالکؒ نے محمد بن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے۔ اور انہوں نے عیاش یا عباس بن سہل الساعدی سے نقل کی ہے کہ وہ اپنے والد سے ساتھ ایک مجلس میں تھے اور وہ حضورﷺ کے صحابی بھی تھے اس مجلس میں ابو ہریرہؓ، ابو اسیدؓ ابوحمیدؓ بھی موجود تھے اس محفل میں نماز کا ذکر ہوا ابوحمیدؓ کہنے لگے میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں اور انہوں نے نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہی رکوع کے لیے جھکے رفع یدین کہا۔۔۔۔۔۔۔ الخ۔ پھر آپ نے جب ایک سجدہ کر کے تکبیر کہی جلسہ کیا ایک پاؤں کھڑا کیا دوسرا بچھایا اس پر بیٹھے پھر دوسرا سجدہ کیا اور دوسری رکعت ادا کی اور پھر اسی طرح دو رکعتوں کے بعد اسی طرح بیٹھے پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں مکمل کیں آخری رکعت بھی اسی طرح مکمل کی اور سلام پھیرا۔

وضاحت:۔ آپکی یہ روایت پہلی غیر معروف اور غیر متصل روایت سے قوی ہے کیونکہ اس روایت میں محمد بن عمرؓ کا ذکر ملتا ہے کہ وہ ابوحمید اور ابوقتادہ کے پاس حاضر ہوئے اور آپکو ایسا کرتے دیکھا جب کہ قتادہؓ اس سے کافی عرصہ پہلے شہید ہوئے تھے اور حضرت علیؓ نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی جبکہ یہ روایت متصل ہے اور وائل والی حدیث کے موفق ہے

قیاس:۔ قیاس بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نماز میں بیٹھنے کا طریقہ ایک جیسے ہونے چاہیں حضرت وائلؓ سے بھی یہی مروی ہے۔

آئمہ احناف کا، ابراہیم نخعی، ابوالاحوص ان سب نے یہی طریقہ بیان کیا ہے۔

والله اعلم بالصواب

باب التشهد فی الصلوٰة کیف هو

باب نمبر:۔ 39

سوال:۔ نماز میں تشہد کے الفاظ کیسے ہونے چاہئیں؟

جواب:۔ اس کے بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ:۔ ان کے نزدیک حضرت عمرؓ نے جو تشہد سکھایا ہے وہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ آپؓ نے منبر رسولﷺ پر چڑھ کر لوگوں کو یہ سکھایا تھا مہاجرین وانصار صحابہ موجود تھے کسی نے بھی اس کا انکار نہ کیا۔

دلیل (۱):۔ حضرت عبداللہ بن عبدالقادی سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے لوگوں کو منبر پر بیٹھ کر تشہد سکھایا اور فرمایا اس طرح پڑھا کرو۔ "التحیات لله الزاکیات لله الصلوٰت لله.....الخ

دلیل (۲):۔ حضرت نافعؒ نے حضرت ابن عمرؓ کے تشہد کا ذکر کیا ہے کہ آپؓ اس طرح پڑھتے تھے۔ "بسم الله التحیات لله والصلوٰت لله والزاکیات لله السلام علیک .....علی عبادالله الصالحین" پھر کلمات شہادت اس طرح کہتے تھے۔ ش هدت ان لا اله الا الله شهدت ان محمد رسول الله.

دوسرا گروہ:۔ ان کے نزدیک وہی تشہد پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی پاکﷺ کے صحابہ سے اس کے خلاف احادیث مروی نہ ہوتیں بلکہ اس کے خلاف تواتر سے احادیث آئی ہیں اور ان میں سے بہت ساری احادیث مرفوع ہیں۔

دلائل:۔ (۱) حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے اور اس روایت کو ایک اور جماعت نے بھی روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ جب ہم حضورﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم کہا کرتے تھے۔ "السلام علی الله السلام علی جبرائیل السلام علی میکائیل" تو حضورﷺ نے ہماری طرف نظر التفات فرمائی اور فرمایا کہ السلام علی اللہ نہ کہا کرو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود السلام ہے بلکہ یوں کہا کرو۔ "التحیات لله والصلوٰت والطیبات السلام علیک ایها النبیُ و رحمة الله وبرکاته السلام علینا و علی عباد الله الصالحین .... الخ اور یہ صحابہ کرام کی کثیر جماعت فرماتی ہے کہ ہمیں یہ الفاظ اس طرح سکھائے جاتے جیسے قرآن حکیم کی سورت سکھائی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے تشہد کے یہ الفاظ حضورﷺ سے سیکھے ہیں اور آپﷺ نے مجھے ایک ایک لفظ کر کے سکھایا ہے اور فرماتے ہیں کہ ہم تشہد خفی آواز میں پڑھتے تھے بلند آواز میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔۔۔ الی آخر الحدیث۔ ایک روایت میں وبرکاتہ کے الفاظ آتے ہیں۔

عبداللہ ابن عباس کا قول:۔ آپؓ نے فرمایا کہ حضورﷺ نے ہمیں تشہد اس طرح سکھایا کہ جس طرح قرآن حکیم سکھاتے تھے انہوں نے اس کے الفاظ ا

طرح نقل کیے ہیں۔" التحیات المبارکات الصلوٰت الطیبات للہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ و انّ محمداً رسول اللہ " عبداللہ بن زبیرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔

عبداللہ ابن عمرؓ کا قول :۔ حضرت عبداللہ بن بابیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوتے ہی اپنا دست مبارک مجھے مارا اور فرمایا کہ میں تمہیں حضورﷺ کے تشہد کا طریقہ نہ سکھاؤں؟ فرمایا ضرور سکھائیں تو آپؓ نے وہی ابن مسعودؓ والا طریقہ سکھایا۔ نیز ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے تشہد میں کچھ الفاظ زیادہ کرتا ہوں شروع والے کلمات میں برکاتہ اور آخر والے کلمات میں وحدہ لاشریک لہ اور اس وقت آپ بیت شریف کا طواف فرمارہے تھے۔ یہ زدت کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کی روایت کے خلاف کچھ الفاظ ذکر کیے ہیں تو یقیناً انہوں نے یہ بھی کسی سے سنے ہوں گے یا حضورﷺ سے یا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کیونکہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے منبر پر بیٹھ کر اکثر ہمیں تشہد اس طرح سکھایا کہ جیسے تم بچوں کو قرآن پاک یا کتاب سکھاتے ہو اور انہوں نے وہی ابن مسعودؓ والے تشہد کا ذکر کیا۔

ابو سعید خدریؓ :۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی تشہد کا وہی طریقہ منقول ہے جو ابن مسعودؓ سے منقول ہے۔

جابر بن عبداللہؓ :۔ ان کی روایات میں کچھ الفاظ کا فرق ہے فرماتے ہیں کہ حضورﷺ قرآن حکیم کی سورت کی مانند تشہد سکھایا کرتے تھے ان کی روایت کے شروع میں بسم اللہ و باللہ اور آخر میں عبداللہ ورسولہ واسأل اللہ الجنۃ واعوذ باللہ من النار .. ۔باقی روایت سند میں ابن مسعودؓ کی روایت کی مثل ہے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ :۔ انہوں نے بھی حضرت عمرؓ کے خلاف الفاظ ذکر کیے ہیں آپ نے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں۔"التحیات الطیبات الصلوٰت للہ السلام۔۔۔۔۔الخ۔

عبداللہ ابن زبیرؓ :۔ انہوں نے بھی عمرؓ کی روایت کے خلاف روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ حضورﷺ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔"بسم اللہ خیر الاسماء التحیات الطیبات الصلوٰت للہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً او انّ الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیھا السلام علیک ایھا النبیُّ ورحمۃ اللہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اللھم اغفرلی واھدنی"۔حضرت رافعؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے ایک آدمی کو تشہد میں بسم اللہ التحیات للہ کہتے ہوئے سنا تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ کیا تم کھانا کھا رہے ہو۔

قیاس :۔ پہلے گروہ والوں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے جو روایت نقل کی ہے اس کے مقابلے میں دوسرے گروہ والوں نے جو روایت ذکر کی ہیں وہ مرفوع ہیں اور پہلے گروہ والوں کی روایت سے اولیٰ ہیں۔ یہ دوسرا گروہ ابوحنیفہؒ ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا موقف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر :۔40 باب الاستسقاء کیف ھو وھل فیہ صلوٰۃ ام لا

سوال :۔ نماز استسقاء کیسے ادا کی جائے گی؟

جواب :۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ :۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک بارش وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر عجز وانکساری کیساتھ صرف دعا کرنا سنت ہے اور اس میں نماز نہیں ہے اور اس گروہ میں امام حنیفہؒ بھی شامل ہیں۔

دلیل :۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں جمعہ کے دن منبر شریف کے پاس کھڑا تھا اور نبی کریمﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے مسجد میں موجود بعض صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہﷺ بارش نہیں ہو رہی جانور ہلاک ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہم پر بارش نازل فرمائے۔ آپﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ بلند فرمائے جب کہ اس وقت آسمان پر بادل موجود نہ تھے آپﷺ کے ہاتھ بلند کرنے کے فوراً بعد اللہ نے بادل جمع فرمادیے فوراً بارش شروع ہوگئی حتیٰ کہ لوگوں نے اپنے اہل وعیال کی طرف جانے کا ارادہ کیا لیکن وہ بارش کی وجہ سے جا نہیں پا رہے تھے۔ یہ بارش سات دن تک جاری رہی راوی کہتے ہیں کہ حضورﷺ اگلے جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرمارہے تھے پھر بعض صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہﷺ ہمارے گھر منہدم ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ہم سے بارش کو اٹھالے تو آپﷺ نے اپنے دست مبارک اٹھائے عرض کی اے اللہ رب العزت اس کو ہمارے اردگرد برسا اور ہم پر نہ برسا اسی وقت بادل ہمارے سروں سے چھٹ گئے حتیٰ کہ آسمان ہمارے اوپر تاج کی مانند چمک رہا تھا جب کہ ہمارے اردگرد بارش ہو رہی تھی۔

دعائے استسقاء :۔ اللھم اسقنا غیثاً مغیثاً مریئاً مریعاً طبقاً غدقاً عاجلاً غیرُ رائثٍ نافعاً غیرُ ضارٍ۔

دوسرا گروہ :۔ اس گروہ میں امام ابویوسفؒ بھی شامل ہیں ان کے نزدیک سنت طریقہ یہ ہے کہ امام لوگوں کے ساتھ کسی کھلی جگہ پر نماز کے لیے نکلے انہیں دو رکعت نماز پڑھائے جہری قرأت کرے خطبہ دے اپنی چادر کو اسی طرح پلٹے کہ نیچے والا حصہ اوپر اور اوپر والا حصہ نیچے ہو جائے اگر چادر وزنی ہو یا اس کو پلٹنا ناممکن ہو تو اس صورت میں

ئیں طرف کو بائیں کندھے پر اور بائیں کو دائیں کندھے پر ڈال لے۔ ان کے نزدیک سنت طریقہ یہی ہے۔ اور ایسا کرنا ناجائز نہیں ہے۔

چادر پلٹنا اور اس کا ثبوت: ۔عبداللہ بن زیدؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ اس طرح نماز استسقاء کے لیے نکلے اپنی چادر پلٹی اور رخ مبارک قبلہ کی طرف کیا انہیں سے مروی دوسری حدیث پاک ہے کہ اس وقت آپ پر ایک کالے رنگ کی چادر تھی حضورﷺ نے اس کا نچلا اور اوپر والا حصہ نیچے کرنے کا ارادہ فرمایا جب اس میں دشواری پیش آئی تو ایک طرف والے حصے کو بائیں اور بائیں والے کو دائیں کندھے پر ڈال دیا۔

استسقاء کے لیے نماز اور جہری قرأۃ کا ثبوت: ۔ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضورﷺ اس طرح نماز استسقاء کے لیے عاجزی و انکساری کیساتھ نکلے اور آپﷺ نے تمہاری طرح خطبہ نہ دیا بلکہ صرف دعا تکبیر اور خشوع وخضوع کا اظہار کرتے رہے پھر آپﷺ نے نماز عید کی طرح دو رکعت نماز ادا کی۔ اس میں احتمال یہ ہے کہ عیدین میں جہری قرأت ہوتی ہے لہذا اس میں بھی جہری قرأت ہوگی کیونکہ خاتم بن اسماعیل نے اسی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ذکر کیئے ہیں کہ ہم نے آپکے ساتھ نماز ادا کی اور آپ نے جہری قرأت کی اس کے لیے نہ ہی اذان کہی گئی اور نہ ہی اقامت۔ چونکہ عیدین کی نماز میں بھی اذان واقامت نہیں ہوتی اس لیے دونو ں احادیث کو ملا کر یہ مفہوم نکلتا ہے کہ نماز جہری قرأت کے ساتھ ہوگی اور اذان واقامت نہیں ہوگی جیسا کہ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ ایک دن نماز استسقاء کے لیے نکلے آپﷺ نے بغیر اذان واقامت کے دو رکعت نماز پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا دعا کہ قبلہ کی طرف رخ مبارک کیا اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے چادر مبارک کو پلٹا۔۔۔۔۔۔۔الخ۔

آپﷺ نے منبر مبارک منگوانے کا حکم دیا منبر مبارک بچھا دیا گیا اور نماز استسقاء کے لیے نکلنے کا حکم دیا گیا آپﷺ اس وقت نکلے جب سورج کا ایک پہلو ظاہر ہو چکا تھا آپﷺ منبر پر بیٹھے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا کہ تم اپنی زمینوں کے خشک ہونے اور بارش کی تاخیر کی شکایت کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اس سے دعا کیا کرو اور اس نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ تمہاری دعاؤں کو قبول فرمائے گا پھر فرمایا کہ ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کو پالنے والا ہے یوم آخرت کا مالک ہے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے اے اللہ تو ہی ہمارا اللہ ہے تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں تو غنی ہے ہم فقیر ہیں ہم پر ایسی مفید بارش نازل فرما جو ہمارے لیے قوت اور ایک وقت تک فائدہ مند ثابت ہو پھر آپﷺ نے ہاتھ مبارک اٹھائے ان کو اتنا بلند کیا کہ آپ کے بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہوگئی پھر آپﷺ نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیرا اسی طرح پلٹی اس وقت بھی آپﷺ کے ہاتھ بلند تھے پھر لوگوں کی طرف رخ کیا اور منبر سے اترے پھر دو رکعت نماز پڑھائی اس وقت اللہ تعالیٰ نے بارش برسانا شروع کردی اور وہ بارش انتہائی زور کیساتھ برس رہی تھی حتی کہ گرج کی آواز آرہی تھی۔ (اللہ کے حکم سے)

ابھی نماز پڑھکر مسجد میں نہیں پہنچے تھے حتی کہ تمام بہاؤ کی جگہ پر پانی بہہ رہا تھا جب آپﷺ نے لوگوں کو کپڑے لپیٹے اور مکانوں کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا آپﷺ شدت کے ساتھ مسکرائے یہاں تک کہ آپﷺ کی داڑھیں دکھائی دیں فرمایا ''اشھد ان اللہ علی کل شیء قدیر وانی عبداللہ ورسولہ''۔

خطبہ کے بارے میں اختلاف:۔ خطبہ کے بارے میں اختلاف ہیکہ کیا نماز سے پہلے ہوگا یا بعد میں تو حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ خطبہ پہلے ہوگا اور ابو ہریرہؓ کی روایت سے بعد میں ہونا ثابت ہے۔

قیاس:۔ قیاس کیا اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ نماز جمعہ میں خطبہ واجب ہوتا ہے اسکے بغیر نماز جمعہ کا انعقاد نہیں ہوتا جبکہ عیدین میں خطبہ واجب نہیں خطبہ کے بغیر بھی عیدین کا انعقاد ہو جاتا ہے اس لیے نماز استسقاء بھی خطبہ کے بغیر جائز ہوتی ہے کیونکہ حدیث پاک میں اسے عیدین کی مثل قرار دیا گیا ہے اور نماز عیدین میں خطبہ بعد میں دیا جاتا ہے لہذا اس پر قیاس کرتے ہوئے خطبہ بعد میں ہوگا کیونکہ بقیہ افعال میں بھی یہ نماز عیدین کی مثل ہے بعد از وصال رسولﷺ بھی نماز استسقاء کا یہی طریقہ رائج رہا حضرت عبداللہ بن یزیدؓ نے حضورﷺ کو استسقاء پڑھتے دیکھا تھا حضرت براء بن عازبؓ، حضرت زید بن ارقمؓ اور ابو اسحٰق وغیرہم سے بھی یہی طریقہ مروی ہے جو دوسرے گروہ والوں نے ذکر کیا ہے۔

باب نمبر 41 باب القیام فی شھر رمضان ھل ھو فی المنازل افضل ام لا

سوال:۔ رمضان شریف میں نفل نمازوں کا قیام گھر میں افضل ہے یا امام کیساتھ مسجد میں؟

جواب:۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ:۔ ان کے نزدیک رمضان میں مسجد میں امام کے ساتھ نوافل کی ادائیگی گھر کی نسبت افضل ہے انکی دلیل حضورﷺ کا فرمان ہے کہ جو آدمی امام کیساتھ نماز ادا کرے پھر چلا جائے تو اس کے لیے بقیہ رات بھی عبادت کی لکھی جاتی ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رمضان کے روزے حضورﷺ کیساتھ رکھے آپﷺ نے قیام نہ کیا حتی کہ مہینے کے صرف سات دن باقی رہ گئے

ساتویں رات آئی آپ نکلے اور ہمیں نماز پڑھائی اس دوران رات کا ایک تہائی حصہ گزر گیا۔ چھٹی رات آپ ﷺ نے نماز نہ پڑھائی حتی کہ پانچویں رات آئی تو رات
ف حصے تک آپ ﷺ نے نماز پڑھائی تو ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں مذید نوافل پڑھائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم امام
نہ نماز پڑھ کے چلے جاؤ تو تمہارے لیے رات بھر قیام کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے پھر چوتھی رات نماز نہ پڑھی حتی کہ تیسری رات آ گئی آپ ﷺ اپنے گھر والوں کیساتھ نکلے او
نماز پڑھانا شروع کی اور اتنی دیر کردی کہ ہمیں خوف لاحق ہوا کہ ہماری فلاح فوت ہو جائے گی تو راوی کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ فلاح سے مراد سحری ہے۔

سرا گروہ :۔ ان کے نزدیک امام کے ساتھ نماز پڑھنے کی نسبت گھر میں نوافل پڑھنا افضل ہے یہ فرماتے ہیں کہ پہلے گروہ کی روایت کے علاوہ بھی روایات
ﷺ سے مروی ہیں جن سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

ل(۱):۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ فرض نمازوں کے علاوہ آدمی کے لیے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

ساحت :۔ گھر میں نماز پڑھنا افضل اس وقت ہوگا جب کوئی بندہ رمضان یا غیر رمضان میں فرض نماز مسجد میں ادا کر چکا ہو اور اس کے بعد مزید نفلی عبادت کرنا چاہتا ہو۔
ت ابوذر غفاریؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ والی احادیث میں حقیقت میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ حضرت ذرؓ والی حدیث میں ہے کہ جب فرض نماز امام کے ساتھ پڑھ کر
ے تو بقیہ رات عبادت میں لکھی جاتی ہے اور اس میں گھر میں نوافل پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے اور حضرت زیدؓ والی رویت میں صرف فضیلت کا بیان ہے۔

بل(۲):۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے چٹائی کو اس طرح رکھا کہ مسجد میں ایک حجرہ بن گیا آپ ﷺ اس حجرے میں راتوں کو نماز ادا کیا کرتے
حتی کہ لوگ ارد گرد جمع ہو گئے لیکن انہوں نے آپ ﷺ کی کوئی آواز نہ سنی اور خیال کیا کہ شاید آپ آرام فرما رہے ہیں تو ان میں سے بعض حضرات نے کھانسنا شروع کر دیا
ر نبی پاک ﷺ ان کی طرف تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا کہ میں رات کے اس وقت تمہیں اس طرح کرتے دیکھ رہا ہوں مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر رات کا قیام فرض نہ
دیا جائے اور اگر تم پر فرض کر دیا گیا تو تم اس پر عمل نہ کر سکو گے اس لیے اے لوگو اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ فرض کے علاوہ بقیہ نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے اور
ے روایت میں میری مسجد کے الفاظ بھی بیان فرمائے ہیں۔ حضور ﷺ کے بعد ایسی روایات ملتی ہیں جو ہماری تصحیح کے موافق ہیں۔

ں). ابن عمرؓ رمضان المبارک میں امام کیساتھ نفل نماز ادا نہیں کیا کرتے تھے۔

ا). اسی طرح ایک موقع پر ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا کہ میں امام کیساتھ رمضان میں نماز ادا کرتا ہوں آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم قرآن کی تلاوت کر سکتے ہو تو اس
ص نے عرض کی ہاں تو فرمایا کہ پھر اپنے گھر میں نماز (نفل) پڑھا کرو۔ حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے دو سورتیں بھی آتی ہیں تو میرے نزدیک پسندیدہ یہی ہے کہ
ں اپنی نماز میں انہیں کو دہراتا ہوں اور امام کے پیچھے قیام نہ کروں۔

ا). اسحٰق بن سویدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک امام مقرر تھا جو ہمیں نماز پڑھایا کرتا تھا تو نوافل کے وقت ہماری ایک الگ صف ہوتی تھی جیسے قراء کی صف کہا جاتا تھا ہم اکیلے
از پڑھتے تھے اور امام لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہوتا تھا۔

ا). حضرت عروہؓ بھی رمضان میں فرض نماز ادا کرنے کے بعد باقی نماز اپنے گھر میں ادا کیا کرتے تھے دیگر بہت سے راویوں سے اسی طرح مروی ہے۔ واللہ اعلم

لصواب

باب نمبر :۔42 باب الرجل يدخل المسجد يوم الجمعة والامام يخطب هل ينبغي له ان يركع ام لا

سوال:۔ جمعہ کے دن امام جب مسجد میں خطبہ دے رہا ہو تو کوئی آدمی اس وقت مسجد میں داخل ہو تو کیا اس دوران وہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں

جواب:۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ :جب کوئی آدمی جمعہ کے دن مسجد میں جائے جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اسے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔

دلائل(۱):۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ سلیک الغطفانیؓ جمعہ کے دن اس وقت آئے جب حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور بیٹھ گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب
تم میں سے کوئی امام کے خطبہ کے دوران آئے تو اسے بیٹھنے سے پہلے ہلکی سی دو رکعتیں ادا کرنی چاہیں۔

دلیل(۲):۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے اس کو آواز دی قریب ہو جاؤ آپ ﷺ اسی
طرح کہتے رہے حتی کہ وہ بہت قریب ہو گیا اور بیٹھنے سے پہلے اسے دو رکعت ادا کرنے کا حکم دیا اس پر ایک پرانی سی چادر رکھی ہوئی تھی۔ اگلے جمعہ کو بھی اسی طرح ہوا پھر
تیسرے جمعہ کے موقع پر بھی آپ نے اسی طرح حکم دیا وہ اسی لباس میں تھا تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کے صدقہ دو انہوں نے اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے دو چادریں لے لو اسکے بعد ایک بار آپ نے پھر فرمایا کہ صدقہ کرو تو اس آدمی نے بھی اپنی دو چادروں میں سے ایک صدقہ کر دیا آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کیا فرمایا اپنی چادر اٹھالو۔

دوسرا گروہ: ان کے نزدیک اس حالت میں نماز کی ادائیگی جائز نہیں ہے۔ اور پہلے گروہ کے حضرت سلیکؓ والی حدیث میں کئی احتمالات پائے جاتے ہیں۔

(۱): ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو یہ حکم اس لیے دیا ہو تا کہ لوگوں کو تعلیم دی جاسکے کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوں تو ایسا کیا کریں پہلا خطبہ ترک کر دیا ہو اور یہ کہنے کے بعد نیا خطبہ شروع کر دیا ہو۔

(۲): یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اسی خطبہ پر بناء کی ہو اور یہ واقعہ نماز میں گفتگو کے منسوخ ہونے سے پہلے کا ہو پھر جب نماز میں گفتگو سے منع کر دیا گیا تو خطبہ میں بھی نسخ کا حکم جاری کر دیا گیا۔

(۳): اور وہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے جو پہلے گروہ نے مراد لیا ہے صحیح رائے کو جاننے کے لیے ہم نے مزید احادیث دیکھیں گے۔

(۱): حضرت ابو ہریرہؓ نے عبداللہ بن بسرؓ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا میں جمعہ کے دن آپ ﷺ کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ تم نے لوگوں کو اذیت دی ہے۔ حضرت ابوذاہرؓ یہ فرماتے ہیں کہ ہم امام کے آجانے تک گفتگو کیا کرتے تھے۔ اس حدیث میں آپ نے آنے والوں کو پیچھے بیٹھنے کا حکم دیا نماز کا نہیں یہ روایت سلیک والی روایت کے مخالف ہے۔ اور ابوسعیدؓ والی حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ افعال نسخ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کے ہیں کیونکہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت کپڑوں کے ساتھ حرکت کرنا یا اتارنا مکروہ ہے اسی طرح کنکریاں ہٹانا پکڑنا حتی کہ کسی کو کہنا کہ خاموش ہو جاؤ یہ تمام افعال کروہ ہیں۔ (احادیث متواتر سے یہ حکم ثابت ہے)

(۲): حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران اپنے ساتھی کو یہ کہنا کہ خاموش ہو جاؤ یہ سب لغو کام ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ امام کا کسی کو کہا کھڑے ہو اور نماز پڑھو یہ بھی لغو ہوگا۔

(۳): ابو درداءؓ اور ابوذر سے مروی ہے کہ وہ جمعہ کے روز مسجد میں ابیؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ نے خطبہ کے دوران ایک ایت مقدسہ تلاوت فرماتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ آیت پاک کب نازل ہوئی انہوں نے بتانے سے اعراض کیا جب نبی کریم ﷺ منبر سے اترے فرمایا جو تو نے لغو کا کیا ہے اس وجہ سے تم نے جمعہ سے کچھ بھی نہیں پایا جب حضور ﷺ وہاں سے نکلے تو میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ساری بات بتائی تو آپ ﷺ نے بھی فرمایا انہوں نے سچ کہا ہے پھر فرمایا جب تم اپنے امام کو خطبہ دیتے سنو تو خاموش رہا کرو یہاں تک کہ وہ اس کام سے فارغ ہو جائے۔ اس سے ثابت ہو کہ اس وقت میں نماز پڑھنا اور گفتگو کرنا ممنوع ہے اور خطیب بھی خطبہ کے علاوہ کوئی بات نہیں کرسکتا جس طرح کہ ہم نماز میں دیکھتے ہیں کہ مقتدی گفتگو نہیں کرسکتا اسی طرح امام بھی گفتگو نہیں کرسکتا تو خطبہ میں بھی یہی حکم ہوگا۔

(۴): عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی جمعہ کے دن غسل کرے پھر اپنی بیوی کی خوشبو میں سے خوشبو لگائے اچھے کپڑے پہنے مسجد میں آکر لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور خطبہ کے دوران گفتگو نہ کرے تو پچھلے جمعہ سے لیکر اس جمعہ تک اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(۵): حضرت اوس بن اوسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کرایا اور غسل کیا (صبح سویرے) مسجد کی طرف جلدی آیا امام کے قریب بیٹھا اور کوئی لغو کام نہ کیا تو اس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور ایک سال کے قیام کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔

قیاس: تمام علماء کا اجماع ہے کہ جو آدمی امام کے خطبہ سے پہلے مسجد میں موجود ہو تو امام کے خطبہ شروع کرنے کے بعد وہ نماز ادا نہیں کرسکتا اسی پر قیاس کرتے ہوئے اس آدمی کو بھی نماز کی اجازت نہیں دی جائے گی جو امام کے خطبہ کے دوران مسجد آئے۔ نیز یہ بات بھی متفق علیہ ہے اوقات مکروہ کے دوران دونوں کے لیے حکم ایک ہی ہے اس کے لیے بھی جو پہلے سے مسجد میں موجود ہے اور اس کے لیے بھی جو بعد میں آیا اسی طرح خطبہ دینے والے کو بھی قیاس کیا جائے گا۔ (تمام آئمہ احناف کا یہی موقف ہے) متقدمین علماء کی ایک جماعت سے اس حوالہ سے یہ روایات ہیں قاضی شریح، ابن شہاب اور ابوقلابہ کے نزدیک اس دوران نماز پڑھنا جائز نہیں اور نہ ہی تسبیح وغیرہ اور عتبہ بن عامرؓ کے نزدیک اس دوران ایسا عمل کرنا گناہ ہے۔ ابو مالکؓ بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ جو دوسرے گروہ والوں نے بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب منبر پر خطبہ دینے کے لیے بیٹھتے تھے تو اس وقت تک ہم گفتگو کرتے رہتے تھے جب خطبہ شروع کر دیتے تو ہم خاموش ہو جاتے تھے دونوں خطبوں کے درمیان گفتگو نہیں کرتے تھے جب آپ خطبہ ختم کرتے منبر سے اترتے تو ہم بات نہیں کرتے تھے۔ جب مؤذن دوسری اذان دیا دیتا تھا تو اس وقت ہم بات چیت کر لیا کرتے تھے۔

واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر: 43 باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوٰۃ الفجر

ولم يكن ركع أيركع او لا يركع ۔

سوال:۔ جو آدمی صبح کی وقت میں مسجد میں داخل ہو اور امام نماز فجر پڑھا رہا ہو تو اس صورت میں اسے سنتیں ادا کرنی چاہیں یا نہیں؟

جواب:۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ:۔ ان کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے کہ کوئی آدمی مسجد میں فجر کی دو رکعتیں اس وقت ادا کرے جب امام جماعت کرا رہا ہو۔

دلیل:۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز ادا نہیں کرنی چاہیے۔

دوسرا گروہ:۔ ان کے نزدیک اس حالت میں دو رکعت سنت ادا کرنے میں کوئی مذائقہ نہیں یعنی جب بندہ اس صورت حال میں مسجد میں داخل ہو اور اسے جماعت کر فوت ہونے کا خوف بھی نہ ہو تو جماعت کی صفوں میں وہ سنتیں ادا کرے اور اگر جماعت فوت ہونے کا خوف ہو تو جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔

وضاحت:۔ حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث بہت سارے حفاظ حدیث نے عمرو بن دینارؒ سے روایت کی ہے ان تمام کے نزدیک یہ حدیث مرفوع نہیں ہے نیز صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے حضرت ابو ہریرہؓ کے خلاف روایات بیان فرمائی ہیں۔ جہاں تک ابو ہریرہؓ والی حدیث کا تعلق ہے ممکن ہے اس ممانعت سے مراد یہ ہو کہ جماعت سے متصل ہو کر نماز نہ پڑھی جائے کہ اس صورت میں وہ سنتوں کو فرائض سے ملانے والا ہو جائے گا اور اس بات سے منع نہ کیا ہو کہ مسجد کے دوسرے کونے میں سنتیں ادا کرے پھر جماعت مین شامل ہو جائے کیونکہ مالک ابن بحینہ سے مروی ہے کہ نماز فجر کی اقامت کہی گئی تو حضور ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس آئے جو فجر کی دو رکعت نماز پڑھ رہا تھا آپ ﷺ اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور صحابہ کرامؓ بھی کھڑے ہو گئے آپ نے تین بار فرمایا کیا تم فجر کی چار رکعتیں ادا کرتے ہو؟۔ اس حدیث سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ آپ نے اس عمل کو اس لیے ناپسند کیا کہ انہوں نے دو رکعتیں ادا کیں اور انکو صبح کی نماز سے ملا دیا نہ اپنی جگہ تبدیل کی۔ نہ ہی گفتگو کی اور اس روایت کی تائید ابن بحینہ کی حدیث سے ہوئی ہے کہ وہ فجر کی اقامت سے پہلے دو رکعت پڑھ رہے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس نماز کو ایسا نہ بنا دو جیسے ظہر سے پہلے اور بعد کی نماز ہوئی ہے بلکہ ان دو رکعت کے درمیان فاصلہ کیا کرو۔

(۲):۔ حضرت نافعؒ نے عمرو بن عطاؒ کو سائب بن یزیدؓ کے پاس بھیجا کہ ان سے پوچھیں کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ کی نماز ادا کی فرائض سے فارغ ہو کے بعد نوافل کے لیے کھڑا ہوا انہوں نے میرا کپڑا پکڑ کر کھینچا اور فرمایا اس طرح نہ کر بلکہ یا تو جگہ تبدیل کر یا گفتگو (ذکر) کر لے کیونکہ حضور ﷺ اس بات کا حکم دیا کرتے تھے۔

(۳):۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے۔

(٤):۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور نماز کی رکعتوں کے درمیان فاصلہ کیا کرو حتی کہ وہ خود مغرب کے فرائض پڑھنے کے بعد بقیہ نماز اپنے گھر میں ادا کیا کرتے تھے۔ اب ان تمام روایات سے یہی علم ہوتا ہے کہ اس سے مراد افرض اور نفل کے درمیان فرق کرنا ہے۔

قیاس:۔ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی آدمی ظہر، عصر یا عشاء میں اس طرح پہلے سنتیں ادا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس طرح کرنے سے وہ فرائض ا نوافل کو ملانے والا نہیں ہوگا اسی پر قیاس کرتے ہوئے اگر کسی نے فجر کی سنتیں ایک جگہ پڑھیں پھر فرضوں میں شامل ہوا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جلیل القدر صحابہ ا متقدمین علماء سے بھی ایسے واقعات مروی ہیں۔ مثلاً

(۱):۔ سعید بن عاصؓ نے ابو موسیٰؓ، حذیفہؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ کو بلایا اور ابھی انہوں نے فجر کی نماز ادا نہیں کی تھی جب وہ واپس پلٹے تو جماعت ہو رہی تھی عبداللہ بن مسعودؓ نے مسجد میں ایک ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت ادا کیں پھر جماعت میں شریک ہوئے، حضرت حذیفہؓ اور ابو موسیٰؓ نے ان کو منع نہ کیا۔

(۲):۔ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ مسجد میں اس وقت گئے جب فجر کی جماعت ہو رہی تھی ابن عمرؓ جماعت میں شامل ہو گئے اور ابن عباسؓ نے پہلے دو رکعت نماز ادا کی پھر جماعت میں شریک ہوئے جب امام نے سلام پھیرا ابن عمرؓ اپنی جگہ بیٹھے تھے اور سورج طلوع ہونے کے بعد کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی۔

(۳):۔ عبداللہ ابن عمرؓ ابھی گھر میں تھے کہ فجر کی نماز کھڑی ہو گئی اور مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستے میں دو رکعت نماز سنت ادا کیں پھر مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت پڑھیں اگرچہ انہوں نے سنتیں مسجد میں نہیں پڑھیں لیکن مسجد میں جماعت قائم ہونے کا علم ہونے کے بعد انہوں نے ایسا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دو موقع پر انہوں نے حضرت حفصہؓ کے حجرہ میں سنتیں ادا کیں اور حضرت حفصہؓ کا حجرہ مبارک مسجد میں شامل تھا۔

(٤):۔ حضرت ابو درداءؓ مسجد میں داخل ہوئے جب کہ لوگ فجر کی جماعت میں آئے تھے آپؓ نے مسجد کے ایک کونے میں سنتیں ادا کیں پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

(۵):۔ حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کیساتھ ہم آئے تو ہم نے ابھی فجر کی سنتیں ادا نہ کی ہوئی تھیں (جو نماز میں مشغول ہوتے) ہم مسجد کے آخری حصہ میں سنتیں

ادا کرتے پھر جماعت میں شریک ہوتے۔

قیاس :۔ پہلے گروہ کا اصل اعتراض یہ تھا کہ جب فجر کی نماز ادا ہو رہی ہے اس اولیٰ کو چھوڑ کر سنتوں کو اختیار کرنا مناسب نہیں ہے اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ سب کا اتفاق ہے کہ اگر کسی کو پتہ ہو کہ مسجد میں فجر کی جماعت ہو رہی ہے تو وہ گھر میں سنتیں ادا کرے پھر جماعت میں شامل ہو جبکہ اسے جماعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو یہ جائز ہے اور اگر جماعت ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو یہ ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

بالصواب

باب نمبر :۔44 باب من صلّے خلف الصف وحدہٗ

سوال :۔ جس نے اکیلے میں پیچھے نماز پڑھی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب :۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔ اصحاب ظواہر امام احمد

پہلا گروہ :۔ ان کے نزدیک اگر کسی نے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھی تو اسکی نماز باطل ہو جائے گی۔

دلیل (۱) :۔ حضرت وابصہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو پیچھے صف میں اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو نماز لوٹانیا کا حکم دیا۔

(۲) :۔ علی بن شیبانؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ نماز پڑھنے کے بعد اس آدمی کے پاس آئے جو اکیلے نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے نماز ختم کرنے کا انتظار کیا پھر فرمایا نماز لوٹاؤ صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز نہیں ہوتی۔

دوسرا گروہ :۔ ان کے نزدیک اگر کسی نے اس طرح نماز پڑھی تو وہ گناہگار ہوگا لیکن اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔ امام اعظم ابو حنیفہ

وضاحت :۔ ان کا کہنا ہے اس میں مختلف احتمالات ہیں پہلے گروہ کا مفہوم بھی مراد لیا جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ بھی کوئی اور مفہوم مراد لیا جا سکتا ہے مثلاً

(۱) :۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اس نے نماز ادا کی تو آپ نے اسے کئی بار نماز لوٹانے کا حکم دیا آپ نے یہ حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ اکیلے نماز پڑھی ہے یا مسجد میں داخل ہوا ہے بلکہ تعدیل ارکان کو ترک کرنے کی وجہ سے یہ حکم دیا۔

(۲) :۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آدمی کو ہی آپ نے یہ حکم دیا دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ ان یعید الصلوٰۃ'' اس کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لاصلوٰۃ لفرد خلف الصف یہ الفاظ علی بن شیبان کی روایت میں زیادہ ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس سے مراد وہ معنی لیا جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ بھی جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا ''لا وضوء لمن لم یسم'' (۳) :۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کی نماز مسجد کے علاوہ ادا نہیں ہوتی اب اس سے مراد یہ نہیں کہ جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہ ہوگا او دوسرا وہ فرد جس نے مسجد میں نماز نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ بلکہ انکی نماز ہو جائے گی لیکن فرائض وسنن کے اعتبار سے کامل ادا نہیں ہوگی۔ کیونکہ صف کو مکمل کرنا او باجماعت نماز پڑھنا سنت ہے مگر اس نے باجماعت نماز ادا نہ کی تو اسکی نماز تو ادا ہو جائے گی مگر فرائض وسنن کے اعتبار سے مکمل نہ ہوگی۔

یہی حکم ہم نے نماز پڑھنے والے پر لگاتے ہیں جو صف کے پیچھے پڑھتا ہے جس طرح نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ وہ مسکین نہیں ہے جس کو مانگنے سے ایک دو کھجور دیکر لوٹا دیا جا ہے لیکن مسکین وہ ہے جس کو لوگ جانتے نہ ہوں تا کہ لوگ اسے صدقہ دے سکیں اور نہ ہی وہ لوگوں سے سوال کرتا ہے اب اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس بندے کے پاس ایک آدھ کھجور ہو وہ مسکین نہیں بلکہ وہ کامل مسکین نہیں ہوگا کیونکہ اس نے لوگوں سے کھانے پینے کے لیے سوال کیا ہے۔

اعتراض :۔ اگر کوئی آدمی یہ اعتراض کرے کہ تمہارے پاس اسکی کوئی دلیل بھی ہے؟

جواب :۔ تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ ہم روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا کہ حضور ﷺ رکوع کی حالت میں تھے چلنے کی وجہ سے سانس پھولا ہوا تھا میں نے رکوع ایک صف میں کیا پھر چل کر اگلی صف میں شامل ہو گیا نماز ختم ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کس نے رکو پچھلی صف میں کیا تھا تو میرے بتانے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو بڑھائے اور ولا تعد'' فرمایا۔

امام طحاوی :۔ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت ابو بکرہؓ کو صف میں اکیلے رکوع کرنے کے باجود نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا حالانکہ انہوں نے نماز شروع ا یہ صف میں کی تھی۔ کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی ناپاک جگہ نماز پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جو آدمی ناپاک جگہ پر نماز شروع کرے تو پھر پاک جگہ جائے تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے تو ہر وہ آدمی جو ایسی جگہ نماز شروع کرنے جہاں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہوتا تو بے شک آگے چلا جائے تو اس جگہ پر نماز ادا کرنے اس کی نماز درست نہیں ہوگی تو جب حضرت ابو بکرہؓ نے ایک ہی صف میں تنہا رکوع کیا بقیہ نماز اگلی صف میں ادا کی تو آپ ﷺ نے نماز کو صحیح قرار دیا تو اس کا مطلب یہ جہاں سے آپ نے نماز کو شروع کیا تو اس جگہ پر ہر نماز کی ادائیگی جائز ہے۔

ولاتعد کا مفہوم :۔ اس سے مراد یہ ہے اس طرح کرنا ایک مکروہ عمل ہے البتہ اگر کسی نے کہا تو نماز جائز ہو جائے گی جس طرح کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی آدمی نماز کے لیے آئے تو پچھلی صف میں رکوع نہ کرے بلکہ اطمنان کے ساتھ اگلی صف میں کھڑا ہو کر نماز ادا کرے۔

اب یہ معنی بھی مراد ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ نماز کی طرف تیزی سے چل کر آنے سے معنی کیا ہوا کہ سانس پھولنے کی وجہ سے نماز میں وہ تسکین حاصل نہ ہو سکے جس طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ دوسری روایت میں ہے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس کی طرف دوڑ کر نہ آؤ۔ بلکہ پرسکون طریقہ سے آؤ جو پالو پڑھ لو جو رہ جائے اس کو مکمل کر لو۔

قیاس :۔ تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی پچھلی صف میں نماز پڑھ رہا ہو تو اگلی صف میں جگہ خالی ہو تو وہ چل کر آگے جائے جب وہ دو صفوں کے درمیان ہوگا اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہے پہلے قول کے قائلین کے مطابق نماز فاسد ہونی چاہیے لیکن متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوتی حالانکہ وہ دو صفوں کے درمیان اکیلا ہو چکا تھا۔

دلیل :۔ حضرت حیثمہ بن عبدالرحمانؒ نے ابن عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی اور انہوں نے اگلی صف میں جگہ خالی دیکھی ابن عمر نے ایسا کیا کہ انہیں ایسی کہنی ماری کہ آگے ہو جائیں لیکن جگہ کی تنگی کو وجہ سے میں نے ایسا نہ کیا انہوں نے دیکھا کہ میں نے آگے نہ ہوا تو وہ خود آگے ہو گئے۔

صحابہ کا عمل :۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابن وھبؓ مسجد میں داخل ہوئے امام اور لوگ رکوع میں تھے انہوں نے وہیں رکوع کیا اس حالت میں چل کر اگلی صف میں شامل ہو گئے جب امام نے سلام پھیرا ابن وھبؓ کھڑے ہو کر باقی نماز مکمل کرنے کرنے لگے تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم نے پہلی رکعت پالی ہے۔

(۲) :۔ زید بن ثابتؓ مسجد میں داخل ہوئے لوگ رکوع میں تھے آپؓ نے وہیں رکوع کیا اور وہیں نماز پڑھتے ہوئے صف میں شامل ہوئے اور پہلی رکعت کو نہ لوٹایا۔

اعتراض :۔ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ آپکے نزدیک پچھلی صف میں رکوع میں شامل ہو کر اگلی صف میں جانا جائز نہیں ہے تو پھر آپ یہ دلائل کیسے دے رہے ہیں؟

جواب :۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہم صرف آپکے موقف کا جواب دے رہے ہیں کہ اس طرح نماز سرے سے باطل نہیں ہوتی اور آپکی بات کا جہاں تک تعلق ہے تو ہم ابو ہریرہؓ والی روایت میں بیان کر چکے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر :۔ 45 باب الرجل یدخل فی صلوٰۃ الغداۃ فیُصلی منھا رکعۃ ثم تطلع الشمس

اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ :۔ ان کے نزدیک جس آدمی نے سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالی تو اس نے نماز کو پالیا یعنی وہ دوسری رکعت بھی ملائے اس کی نماز بھی مکمل ہو جائے گی

دلیل (۱) :۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے صبح کی ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے قبل ادا کی پھر سورج نمودار ہو گیا وہ دوسری بھی ساتھ ملائے۔

دلیل (۲) :۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جس نے عصر کی نماز میں ایک رکعت سورج غروب ہونے سے پہلے ادا کر لی تو اس نے اپنی نماز مکمل کر لی اور جب فجر کی ایک رکعت پالی تو اس نے نماز کو پالیا یعنی وہ دوسری رکعت بھی ملائے اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔

دوسرا گروہ :۔ ان کے نزدیک اگر اس نے ایک رکعت ادا کی تھی فجر میں سورج طلوع ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح عصر میں سورج غروب ہو گیا تکمیل نماز سے پہلے تو نماز فاسد ہو جائے گی نیز طلوع و غروب آفتاب کے وقت کوئی فرض، نوافل وغیرہ جائز نہیں۔

وضاحت :۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ پہلے گروہ کے دلائل میں احتمال ہے کہ ان کا بیان کردہ معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو نماز طلوع شمس سے اتنی دیر قبل بالغ ہوئے ہوں کہ اس میں ایک رکعت ادا کر سکتے تھے تو ان پر ہر نماز کی تکمیل (قضاء) لازم ہوگی اسی طرح حائضہ عورت پاک ہو گئی یا غیر مسلم اسلام قبول کر لیا۔ نیز ہو سکتا ہے کہ پہلے گروہ کے دلائل اس وقت کے ہوں کہ جب نہی کا حکم نہیں آیا تھا اور جب آپ ﷺ نے منع فرمایا تو پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ احادیث متواترہ اس کی تائید کرتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل میں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ حصہ باب مواقیت الصلوٰۃ میں سے ہے۔ نیز حضرت زرؓ، زید بن ثابتؓ، عقبہ بن عامر جہنیؓ، عبداللہ (سالم کے والد) ابن عمرؓ، عائشہ صدیقہؓ، عمر بن عبسہؓ اور سمرہؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ ان اوقات میں نماز سے اور مردوں کے دفن سے منع فرماتے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اس لیے سورج کے بلند ہونے تک نماز ادا نہ کرو یہ دوپہر تک ہے۔ اور یہ کفار کی عبادت کا وقت ہے اور جب دوپہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے تو جہنم کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسے بڑھکایا جاتا ہے مشرق کی طرف سا۔

کے لوٹنے تک نماز میں تاخیر کرو پھر غروب آفتاب تک نماز کا وقت ہے کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں سے درمیان غروب ہوتا ہے اور یہ کفار کی عبادت کا وقت ہے۔

ائمہ احناف کی دلیل: حضرت ابوقتادہؓ، حضرت جبیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ ایک غزوہ سے واپسی پر رسول ﷺ اور ہم بھی آرام کے لیے ایک جگہ رکے حضرت بلالؓ نے بیدار کرنے کی ذمہ داری لی لیکن وہ بھی سو گئے ہم سب سوئے رہے حتی کہ سورج کی کرنوں اور حرارت نے ہمیں جگایا ہم پریشان ہو گئے رسول ﷺ نے بیداری کے بعد کوچ کا حکم دیا جب وادی نجد عبور کی اور سورج خوب بلند ہو گیا ہم اترے حاجات سے فارغ ہوئے حضرت بلالؓ نے آپ ﷺ کے حکم سے اذان دی ہم نے دو رکعت سنتیں ادا کیں پھر آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی۔

اگر اسی وقت یہ نماز جائز ہوتی تو آپ اسی وقت ادا فرما لیتے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے جب کوئی آدمی سویا رہے یا بھول جائے نماز کا وقت ہو جائے تو اسی وقت نماز ادا کرے۔ اور مذکورہ روایت سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ سورج ابھی اسی وقت طلوع ہونا شروع ہوا تھا۔

قیاس: آئمہ کا اجماع ہے کہ عید کے دن فرض، واجب، نفل یعنی ہر روزہ رکھنا ممنوع ہے اسی طرح ان اوقات میں ہر قسم کی نماز ممنوع ہونی چاہیے غروب آفتاب کا بھی یہ حکم ہوگا

نبی پاک ﷺ کا عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور فجر کے بعد طلوع شمس تک نماز سے منع کرنے کا تعلق وقت کے اعتبار سے نہیں بلکہ خاص نماز کیساتھ ہے کیونکہ جس آدمی نے نماز ادا نہ کی ہو وہ ان اوقات میں ادا اور قضاء پڑھ سکتا ہے اس لیے یہ ممانعت صرف خاص قسم یعنی نوافل کے لیے ہے کہ ان اوقات میں نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر 46 باب سجود السهو في الصلوٰة هل هو قبل التسليم او بعده

سوال: نماز میں سجدہ سہو سلام کے بعد ہوگا یا پہلے؟

جواب: اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں

پہلا گروہ: ان کے نزدیک سجدہ سہو سلام سے پہلے ہوگا۔

دلیل: حضرت ابن بحینہؓ نے نبی پاک ﷺ کو نماز میں دیکھا آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد قعدہ بھول گئے تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے نماز مکمل کی اور فراغت کے بعد دو سجدے کیے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ فراغ کا مفہوم واضح نہیں ہے اس کا صحیح مفہوم جاننے کے لیے ہم عبداللہ بن بحینہؓ کی ایک اور روایت میں دیکھتے ہیں اس میں انہوں نے روایت کیا ہے عصر کی نماز تھی آپ ﷺ نے سلام سے پہلے دو سجدے کیے۔

دوسرا گروہ: ان کے نزدیک اگر نماز میں کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو ہوگا جس طرح ابن بحینہؓ والی روایت میں ہے اور اگر نماز میں زیادتی ہو تو سلام کے بعد سہو ہوگا

دلیل: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے نماز عصر یا نماز ظہر تین رکعت پڑھائی پھر سلام پھیر کر چلے گئے جاتے ہوئے حضرت خرباق (ذوالیدین لمبے ہاتھوں کی وجہ سے کہتے تھے) نے عرض کی یا رسول ﷺ آپ نے تین رکعت نماز پڑھائی ہے کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ یا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟ تو آپ ﷺ واپس آ کر وہ رکعت پڑھائی جو رہ گئی پھر سلام پھرا پھر دو سجدے کیے پھر آخر میں سلام پھیرا۔

تیسرا گروہ: ان کے نزدیک نماز میں کمی ہو یا زیادتی ہو سجدہ سہو آخری سلام کے بعد ہوگا۔

دلیل: حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی بیٹھنے کی بجائے تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے تو ہم نے آپ ﷺ کو آگاہ کر کے لیے سبحان اللہ کہا لیکن آپ ﷺ واپس نہ پلٹے حتی کہ نماز مکمل کی اور پھر دو سجدے کیے۔

دلیل: ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہؓ خود نماز پڑھا رہے تھے دو رکعتوں کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے کھڑے ہو گئے مقتدیوں نے سبحان اللہ کہا تو آپ نے انہیں ہونے کا اشارہ کیا جب نماز مکمل کی سلام پھیرا اور دو سجدے سہو کیے پھر فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سیدھا کھڑا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز اس جاری رکھے اور پھر دو سجدے کرے اور اگر وہ سیدھا کھڑا نہ ہوا تو اسے چاہیے کہ وہ اسی وقت قعدہ میں بیٹھ جائے اور اس پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

وضاحت: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ سہو سلام کے بعد ہوگا حالانکہ نماز میں کمی ہوئی سابقہ بیان کردہ تمام احادیث کئی قسم کے مفاہیم ظاہر کرتی ہیں مثلاً

ابن بحینہؓ اور حضرت معاویہؓ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نماز میں کمی ہو یا زیادتی سجدہ سہو سلام سے پہلے ہوگا۔ اور مغیرہ بن شعبہؓ سے سلام کے بعد۔ ہم نے اس کی حقیقت جاننے کے لیے مذید دلائل تلاش کیے حضرت عمرؓ نبی پاک ﷺ کے زوالیدین والے سجدہ سہو کے موقع پر حاضر تھے اور سہو نماز میں زیادتی کی وجہ سے ہوا تھا لیکن آپ ﷺ نے سجدہ سہو سلام کے بعد کیا۔

(۲):۔ حضرت عمرؓ نے خود نماز مغرب پڑھائی پہلی رکعت میں سورت تلاوت نہ کی اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اک سورت دوبارہ پڑھائی پھر سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں کمی یا زیادتی ہو تو آخری سلام کے بعد سجدہ سہو ہوگا۔ سعد ابن ابی وقاصؓ، سعد بن مالکؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ ابن زبیرؓ، انس بن مالکؓ ان تمام سے مروی ہے کہ سلام کے بعد سجدہ سہو ہوگا۔

قیاس:۔ اگر کوئی آدمی نماز میں بھول جائے تو اس وقت سجدہ سہو کی اجازت نہیں ہے بلکہ تاخیر کے ساتھ کیا جائے گا کچھ علماء کہتے ہیں کہ سلام کے بعد یا پہلے ہوگا ہم دیکھتے ہیں کہ نماز میں سجدہ تلاوت کیا تو وہ اسی وقت اس پر واجب ہو جائے گا اسی وقت کی نماز کا سجدہ تلاوت پھر نماز میں یاد آ گیا تو یاد آتے ہی اسی وقت ادا کیا جائے گا۔ تاخیر کی اجازت نہیں ہے جب کہ سجدہ سہو کی تاخیر پر اجماع ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نماز کے بقیہ تمام مسالک سجدہ سہو سے پہلے ہونے پر اتفاق ہے انہی پر قیاس کرتے ہوئے سلام میں بھی تاخیر نہ کی جائے گی بلکہ پہلے سلام پھیرا جائے گا پھر سجدہ سہو کیا جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر:۔ 47 باب المشی مع الجنازۃ این ینبغی ان یکون منھا

سوال:۔ جنازہ کے ساتھ آگے چلنا چاہیے یا پیچھے؟

جواب:۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ:۔ ان کے نزدیک جنازہ کے آگے چلنا پیچھے چلنے کی نسبت افضل ہے۔

دلیل:۔ حضرت سالمؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جنازہ کے آگے چلا کرتے تھے اور فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر بن خطابؓ حضرت عثمان غنی ابن عفانؓ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

دوسرا گروہ:۔ ان کے نزدیک آگے چلنے کی نسبت پیچھے چلنا افضل ہے۔

ہوسکتا ہے کہ پہلے گروہ کی پیش کردہ روایت سے مراد یہ ہو کہ انہوں نے یہ کام فضیلت کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف جائز ہونے کے اعتبار سے کیا جیسا کہ حضور ﷺ نے اعضاء وضو کو ایک ایک بار بھی دھویا دو، دو بار بھی دھویا اور تین تین بار بھی دھویا اور ان میں سے ہر دوسرا طریقہ پہلے سے افضل ہے پہلی دونوں صورتیں صرف جواز کی ہیں۔

(۲):۔ سابقہ گروہ کی روایت سند کے اعتبار سے منقطع ہے کیونکہ اس میں سارا کلام حضرت سالمؒ کا ہے ابن عمرؓ کا نہیں اسی طرح اس میں کچھ جگہوں پر زیادتی ہے کچھ میں کمی ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کمی زیادتی کس کی طرف سے ہے

(۳):۔ ابن عمرؓ سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔

پہلا گروہ والوں کا کہنا ہے کہ صحابہ کی ایک کثیر جماعت سے جنازہ کے آگے چلنا ثابت ہے جیسے عمر بن خطابؓ نے لوگوں کو حضرت زینبؓ کے جنازہ کے آگے چلنے کو کہا اسی طرح ابن عباسؓ بھی جنازہ کے آگے چلتے تھے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، ابوقتادہؓ بھی جنازہ کے آگے چلتے تھے۔

جواب:۔ ہمارے نزدیک اس سے مراد صرف اباحت ہے کیونکہ ان میں کہیں بھی فضیلت کا ذکر نہیں ہے کہ جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے اس لیے آپ کا قول کہ جنازہ کے آگے چلنا ہمارا قول جنازہ کے پیچھے چلنا برابر ہیں اب ہم جنازہ کے پیچھے چلنے کے دلائل (فضیلت کے) سے یہ واضح کریں گے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔

دلائل:۔ (۱)۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ، ابوبکرؓ اور عمرؓ جنازہ کے آگے بھی چلتے تھے اور پیچھے بھی چلتے تھے۔

(۲):۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سوار آدمی جنازہ کے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والے کو اختیار ہے۔

(۳):۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جنازہ کے آگے پیچھے، دائیں بائیں چلنا جائز ہے۔

(۴):۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ جنازہ کے آگے چلنے کی نسبت پیچھے چلنا افضل ہے بالکل اسی طرح جس طرح فرض نماز کو نفل نماز پر فضیلت حاصل ہے۔

حضرت علیؓ سے اعتراض کیا گیا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جنازہ کے آگے چلتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے جس طرح باجماعت نماز اکیلا پڑھنے سے افضل ہے اور وہ دونوں اصحاب اس بات کو بخوبی جانتے ہیں جس طرح میں جانتا ہوں لیکن وہ دونوں بزرگ لوگوں کی آسانی کے لیے اور انہیں مشکل سے بچانے کے لیے ایسا کرتے ہیں کیونکہ لوگ محبت کی وجہ سے ان کے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یقناً حضرت علیؓ تک یہ بات پہنچی ہوگی تب ہی آپ نے یہ بات کی۔

(۵):۔عبداللہ ابن عمرؓ کے بارے میں نافعؒ روایت کرتے ہیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔آپ نے جنازہ کے ساتھ عورتیں دیکھیں تو پھر گئے اور فرمایا ان کو لوٹا دو یہ زندہ اور مردہ دونوں کے لیے فتنہ ہیں پھر آپ جنازہ کے پیچھے چلتے رہے حضرت نافعؒ نے سوال کیا کہ جنازہ کے آگے چلنا چاہیے یا پیچھے آپؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں دکھائی نہیں دے رہا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضورﷺ اگر جنازہ کے پیچھے چلتے تو وہ لوگوں پر تخفیف کی خاطر ایسا کرتے ورنہ آپﷺ جنازہ کے پیچھے بھی چلتے رہے اور آگے بھی۔

(٦):۔ حضرت مجاہدؒ روایت کرتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جنازہ گزرا ابن عمرؓ کھڑے ہوگئے اور فرمایا اٹھو ساتھ چلو فرمایا کہ میں نے حضورﷺ کو دیکھا کہ ایک یہودی عورت کا جنازہ آیا حضورﷺ کھڑے ہوگئے آپﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپﷺ جنازہ کے پیچھے چلیں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ پیچھے چلنے میں اجر ہے ہم اس کے ساتھ چلے آپ نے بہت سارے لوگوں کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ جنازے کے آگے بہت سارے لوگ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ جنازے کے ساتھ ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ جنازہ کیساتھ نہیں بلکہ وہ لوگ جنازہ کیساتھ ہیں جو اطراف میں ہوں پیچھے۔

اسی طرح چلتے چلتے آپ نے ایک نوحہ کرنے والی عورت کو دیکھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑے پکڑے گھوم کر فرمایا کہ یہ کتنی بری ہے کہ اس نے ہمیں ایک جنازہ کے ثواب سے محروم کردیا اے مجاہد ہم اس جنازہ سے الگ ہوجاتے ہیں ہم اجر کے طلب گار ہیں اور یہ سزا مانگ رہی ہے کیونکہ حضورﷺ نے ہمیں جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورتوں کو لے جانے سے منع فرمایا۔اگر عورتیں جنازہ کے ساتھ ہوں تو پھر مردوں کے لیے آگے چلنا زیادہ بہتر ہے تاکہ اختلاط نہ ہو اور ممکن ہے کہ جس میں صاحبین آگے چلے تھے اس میں یہ مجبوری بھی ہو کیونکہ بعض احادیث سے اسکی تائید ہوتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر:۔48 باب التکبیر علی الجنائز کم ھو

سوال:۔ نماز جنازہ میں کتنی تکبیریں ہیں اختلاف آئمہ مع دلائل تحریر کریں؟

جواب:۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ:۔ امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک نماز جنازہ پر پانچ تکبیرات کہی جائیں گی۔

دلائل:۔ (۱)۔حضرت عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ارقمؓ ہمارے فوت شدگان کی نماز پڑھایا کرتے تھے اور چار تکبیرات کہا کرتے تھے ایک دن آپ نے پانچ تکبیرات کہیں راوی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کیا آپ بھول گئے ہیں انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ میں نے اپنے دوست ابوالقاسم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپﷺ نے پانچ تکبیرات کہیں اس لیے میں انکو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔

(۲):۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے ایک غلام عیسیٰؒ نے بھی ایک نماز جنازہ پر پانچ تکبیرات کہیں پھر فرمایا میں نے کوئی غلطی نہیں کی بلکہ میں نے اسی طرح تکبیرات کہی ہیں جس طرح میرے آقا نے کہی ہیں حذیفہ بن یمانؓ نے نماز جنازہ میں کہا تھا آپؓ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے اسی طرح تکبیرات کہی ہیں جس طرح میں نے حضورﷺ کو کرتے دیکھا

دوسرا گروہ:۔ انکے نزدیک جنازہ پر چار تکبیرات کہی جائیں گی ان پر نہ کمی ہوگی اور نہ زیادتی۔

دلائل:۔ (۱)۔حضرت ابوقتادہؓ نے حضورﷺ کو ایک میت پر نماز جنازہ پڑھتے دیکھا تو آپﷺ نے چار تکبیرات کہیں۔

(۲)۔جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔

(۳)۔یزید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے قلابہ کی قبر پر نماز پڑھی آپﷺ نے چار تکبیرات ادا کیں۔

(٤)۔زید بن ارقمؓ نے ابوسریحہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیرات ادا کیں تو ہم نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضورﷺ ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۵)۔ ابوامامہؓ نے سہل بن حنیف سے انہوں نے اپنے والد سے روایت بیان کی ہے کہ حضورﷺ مدینہ کے فقراء کی عیادت کرتے تھے آپﷺ کو ایک عورت فوت ہوئی کی اطلاع ملی صبح کے وقت آپﷺ اسکی قبر پر چلے گئے اور چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔(اس عورت کو رات کے وقت دفن کردیا گیا تھا)

(٦)۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی پاکﷺ چار تکبیرات کیساتھ نماز جنازہ ادا کیا کرتے تھے۔

وضاحت:۔ حضرت زید بن ارقمؓ کی پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے آپؓ پانچ تکبیرات ادا کرتے تھے اور بعد میں چار اور یقیناً انہوں نے حضورﷺ کی سنت کے مطابق ہی یہ کیا ہوگا۔ابوسریحہ کی نماز جنازہ میں انہوں نے چار تکبیرات کہیں اور ایک دن پانچ تکبیرات بھی ادا کیں اسکی وجہ یہ تھی کہ اہل بدر کو نماز جنازہ کی تکبیرات

فضیلت دی گئی تھی

(۷)۔ حضرت ابراہیمؒ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ کا وصال ہوا اس کے بعد لوگوں نے جنازہ کی تکبیرات میں بہت زیادہ اختلاف کرنا شروع کر دیا کوئی کہتا میں نے حضور ﷺ کو سات تکبیرات کہتے دیکھا دوسرے صحابی کی روایت میں پانچ دکھائی دیتی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ تکبیرات چار ہیں۔ یہ اختلاف حضرت ابوبکرؓ کے وصال تک جاری رہا حضرت عمر بن خطابؓ کے والی بننے کے بعد یہ اختلاف مزید شدت اختیار کر گیا ممکن تھا کہ مسلمانوں میں دراڑیں پڑ جائیں تو آپؓ نے صحابہ کرامؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم حضور ﷺ کے ساتھی ہو جب آپ لوگ اختلاف کرو گے تو آپ کے بعد آنے والے بھی اختلاف کریں گے اور اگر آپ کسی بات پر متفق ہو گے تو بعد والے بھی حجت پکڑیں گے اس لیے اس مسئلہ میں کوئی اجتماعی رائے دو حضرت عمرؓ کی اس بات سے ان کے اندر بھی یہ خیال پیدا ہوا عرض کی یا امیر المومنین جس طرح آپ فیصلہ فرمائیں گے ہمیں منظور ہے آپ نے فرمایا تم مجھے مشورہ دو میں نے اسی لیے تمہیں بلایا ہے میں بھی تمہاری مثل بشر ہوں۔ الحقصر وہ سب چار تکبیرات پر متفق ہوئے۔ ان صحابہ کرامؓ میں حضرت زید بن ارقمؓ اور حضرت حذیفہؓ بھی موجود تھے اس لیے پہلی روایات کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اعتراض :۔ یہ حکم منسوخ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اس واقعہ کے بعد بھی کئی جگہوں پر چار سے زائد تکبیریں پڑھی گئیں مثلاً حضرت سہل بن حنیفؓ کی نماز جنازہ پر چھ ابو قتادہؓ کی نماز جنازہ پر سات تکبیرات کہی گئیں۔

جواب :۔ یہ بدری صحابہ تھے کیونکہ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ اھل بدر سے ہیں اس لیے ایسا کیا ہے اور بقیہ تمام جنازوں میں آپ چار تکبیرات ہی کیا کرتے تھے۔

(۸)۔ حضرت عمر بن خطابؓ لوگوں کی نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہی کہا کرتے تھے لیکن اھل بدر صحابہ کے جنازہ پر پانچ، سات اور نو تک تکبیرات کہا کرتے تھے۔

(۹)۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی چار تکبیرات ثابت ہیں اور کچھ میں آتا ہے کہ جتنی امام کہے اتنی تم بھی کہو اس میں وقت اور تعداد کی قید نہیں ہے اس کو بھی سابقہ روایات پر قیاس کیا جائے گا۔

(۱۰)۔ ابو یوسفؒ سے دونوں موقف مروی ہیں لیکن جو چار والی روایات ہیں وہ زیادہ قوی ہیں۔

(۱۱)۔ حضرت علیؓ کی نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہی گئی تھیں حالانکہ آپؓ بدری صحابہ میں سے تھے۔

واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر :۔49 باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ ھل ینبغی ان تکون فی المساجد اوّلا

سوال :۔ کیا نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب :۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ :۔ ان کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جائز ہے۔

دلائل :۔ (۱)۔ حضرت ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ جب سعد بن ابی وقاصؓ وفات پا گئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا انکو لیکر مسجد میں داخل ہو جاؤ یہاں تک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے تو لوگوں نے حضرت عائشہؓ کی اس بات سے انکار کر دیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے سہیل بن البیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی

دوسرا گروہ :۔ ان کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

دلائل :۔ حدثنا احمد داؤد قال حدثنا یعقوب بن حمید قال حدثنا معن بن عیسیٰ 'ان ابی ذئب عن صالح بن ابی صالح عن ابی ھریرۃ النبی ﷺ قال من صلّی علی الجنازۃ فی المسجد فلاشئی لہ

وضاحت :۔ جب اس باب میں حضور ﷺ سے مخالف روایات مروی ہیں پہلے گروہ والوں نے نماز جنازہ کی اباحت کا قول کیا ہے جبکہ دوسرے گروہ والوں نے ہونے کا قول کیا ہے تو ہم نے صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لیے غور و فکر کیا تو ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے گروہ والوں نے جو حضرت عائشہؓ والی روایت بیان کی ہے اس میں یہ ظاہر ہوتا جب حضرت عائشہؓ نے ان صحابہ کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا تو انہوں نے انکار کر دیا کیونکہ یہ تمام صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ اکثر رہا کرتے تھے۔ لیکن حضرت عائشہؓ فرمایا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ دوسرا گروہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام محمدؒ اور حضرت امام یوسفؒ کا ہے اور یہی صحیح اور حق ہے۔ واللہ بالصواب

باب نمبر 50 باب الطفل یموت أیصلی علیہ ام لا

سوال: بچے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: ان کے نزدیک بچے کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

دلیل 1: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کو دفنایا اور ان پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی۔

دلیل 2: حضرت سمرہ بن جندبؓ کے بھتیجے عثمان بن جیاشؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سمرہؓ کے بیٹے کا انتقال ہو گیا آپ نے رونے کی آواز سنی، پوچھا کیا ہوا: لوگوں نے بتایا کہ فلاں بچہ فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے رونے سے منع فرمایا پھر برتن منگوا کر مردے کو غسل دلایا گیا اور کفن دیا گیا پھر آپ نے ایک غلام سے فرمایا کہ اسے دفنا دو اور جب لحد میں رکھنے لگو تو بسم اللہ وعلیٰ سنۃ رسول اللہ ﷺ کہو۔ سر اور پاؤں کی طرف سے کفن کی گرہیں کھول دینا اور دعا کرنا کہ اے اللہ ہم کو اس بچے کے اجر سے محروم نہ کرنا اور ہمارے لیے آزمائش نہ بنانا اور اس بچے پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی گئی۔

دوسرا گروہ: ان کے نزدیک بچے کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی۔

دلیل 1: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انصار اپنا ایک بچہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے تاکہ آپ ﷺ اس کی نمازِ جنازہ ادا فرمائیں۔ میں نے یا کسی اور نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس بچے کے لیے خوشخبری ہے کہ اس نے کوئی برا عمل نہیں کیا۔ یہ تو جنت کی ایک چڑیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا اور اس کے مکینوں کو بھی پیدا فرمایا حالانکہ وہ ابھی اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے۔ اسی طرح جہنم کو بھی پیدا فرمایا ہے اور اس کے مکینوں کو بھی پیدا فرمایا ہے حالانکہ وہ بھی ابھی اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے۔

دلیل 2: حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے صاحبزادے عمیرؓ کے نمازِ جنازہ کے لیے حضور ﷺ کو بلایا۔ آپ ﷺ تشریف لائے۔ نمازِ جنازہ ادا کی۔ آپ ﷺ آگے تھے آپ ﷺ کے پیچھے ابوطلحہؓ تھے ان کی زوجہ ام سلمہؓ بھی ان کے ساتھ تھیں اور کوئی آدمی نہ تھا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلمہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے کافی عرصہ بعد شادی کی۔ عمیر اس نکاح سے پیدا ہوئے تھے جو بچپن میں وفات پا گئے۔

دلیل 3: حضرت عامر الشعبیؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیمؓ کی نمازِ جنازہ ادا کی تھی اور اس وقت حضرت ابراہیمؓ کی عمر سولہ ماہ تھی۔

حضرت جابر الجعفیؒ کی روایت کے مطابق اس وقت آپ کی عمر 18 ماہ تھی۔

ان روایات میں اختلاف کے بعد ہم تمام آئمۃ المسلمین کا معمول دیکھتے ہیں کہ بچوں کی نمازِ جنازہ ادا کی جاتی ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ بچوں کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی۔

قیاس: تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ بچے کو غسل دیا جائے گا اور ہر بالغ جس کو غسل دیا جائے اسکی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی۔ اور جس کو غسل نہ دیا جائے جیسے شہید ان شہداء کے بارے میں اختلاف ہے کہ نماز جنازہ ادا کی جائیگی کہ نہیں۔ بچوں کو بالغ آدمی کی طرح غسل دیا جاتا ہے تو اسی طرح بالغ آدمی کی طرح اس کی بھی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ (بچے گی)۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب بچہ سانس لے لے تو وہ وراثت کا حق دار بھی بن جاتا ہے اور اسکی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی۔ حضرت سعید بن مسیبؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو ایک ایسے بچے کا جنازہ پڑھتے ہوئے دیکھا جس نے سانس لیا تھا لیکن کوئی بھی خطاء نہ کی تھی تو اسکی نماز جنازہ ادا کی اور حضرت ابو ہریرہؓ یہ دعا کر رہے تھے "اللھم اعزہ من عذاب القبر"

واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر: 51 — باب الجلوس علی القبور

سوال: کیا قبروں پر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: ان کے نزدیک قبروں پر بیٹھنا مطلقاً مکروہ ہے۔

دلائل: (۱)۔ حضرت مرثدؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قبروں کی طرف رخ کر کے نہ نماز ادا کرو اور نہ ان پر بیٹھو۔

(۲):۔ حضرت عمرو بن حزمؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا نیچے اترو نہ تم صاحب قبر کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ ہی اس کی طرف سے تکلیف پہنچائی جائے۔

(۳):۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قبروں کو رنگ کرنے ان پر لکھائی کرنے بیٹھنے اور ان پر تعمیرات کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(٤):۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک آدمی آگ کے انگاروں پر بیٹھے حتی کہ وہ اس کے کپڑوں کو جلا دیں اور اس کے جسم کو بھی پگھلانا شروع کر دے اس کے لیے قبر پر بیٹھنے کی نسبت یہ بہتر ہے۔

دوسرا گروہ:۔ ان کے نزدیک قبروں پر بیٹھنے کو ناپسند کرتے ہوئے آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اس لیے منع فرمایا کہ کوئی آدمی قبر پر پیشاب وغیرہ کرنے نہ بیٹھے کیونکہ عربی لغت جلوس کے اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔

دلیل:۔ (۱)۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت ابو امامہؓ کو یہ حدیث سنائی کے حضور ﷺ نے قبروں پر پیشاب کرنے کی غرض سے بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث میں حضرت زید نے ممانعت کی وجہ بھی بتا دی ہے۔

(۲):۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی قبر پر بیٹھا تا کہ پیشاب پاخانہ وغیرہ کرے گویا وہ آگ کے انگاروں پر بیٹھے گا یعنی گویا وہ آگ کے انگاروں پر بیٹھا۔ پہلے گروہ کی روایات کی تفصیل ان روایات میں بیان ہوئی ہے۔

(۳):۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمر سے بھی اس طرح کی روایات مروی ہیں۔ حضرت یحیٰ ابن ابو محمد حضرت علی بن ابی طالب کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ وہ قبروں پر بیٹھا کرتے ہیں آپ کا غلام تھا میں نے آپ کیلئے قبرستان میں چٹائی بچھا تا آپ قبروں کیساتھ ٹیک لگا کر آرام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت نافع نے عبداللہ ابن عمر کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ وہ قبروں پر بیٹھا کرتے تھے۔

واللہ اعلم بالصواب

باب نمبر :52 باب الذکوٰۃ ھل یاخذھا الامام لا

سوال: کیا حاکم زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک امام (حاکم) کسی کو مسلمانوں سے زکوٰۃ لینے پر مامور نہیں کر سکتا بلکہ لوگوں کو اختیار ہے چاہیے حکمران کو دیں اور وہ مصارف زکوٰۃ کے لیے خرچ کرے یا وہ لوگ خود ایسا کریں۔

دلائل: (۱)۔ حضرت عثمان بن ابو العاصؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ ثقیف کا ایک گروہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ادائیگی زکوٰۃ کے لیے گھر سے باہر نہ جانا اور نہ ہی عشر ادا کرنا۔

(۲):۔ حضرت عمرو بن نفیلؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عرب کے لوگو! اللہ کی حمد و ثناء کرو اس نے تمہارے ذمہ سے عشر کے احکام اٹھا لیے ہیں۔

(۳):۔ حضرت مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے حضرت عمرؓ کے بارے میں سوال کیا گیا آپ عشر وصول کرتے تھے آپؓ نے فرمایا نہیں۔

دوسرا گروہ: ان کے نزدیک حکمران کو اختیار ہے چاہے تو خود اپنے نمائندوں کے ذریعے مال زکوٰۃ لے یا عوام کو اختیار دے کے وہ اپنی مرضی سے مصارف پر خرچ کریں۔

دلائل: (۱)۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے وہ عشر معاف کیا جو عہد جاہلیت میں لیا جاتا تھا زکوٰۃ نہ تھی وہ بطور ٹیکس لیتے تھے۔ (عرب اسے ٹیکس کہتے تھے)۔

(۲)۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں نہ جائے گا یہ ٹیکس اٹھایا گیا زکوٰۃ کا حکم باقی رکھا گیا۔

(۳):۔ حضرت حرب عبید اللہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے روای کے ماموں کو عامل زکوٰۃ بنایا انہیں اسلام کی تعلیم دی اور بتایا کہ انہوں نے کیا لیا ہے۔ انہوں نے عرض کی مجھے صدقہ و زکوٰۃ کے علاوہ سب باتیں معلوم ہو گئیں ہیں۔ اور میں نے کیا مسلمانوں سے ٹیکس لوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹیکس تو عیسائیوں اور یہودیوں سے لیا جاتا ہے۔ (انہیں آپ نے عامل زکوٰۃ بنایا اور وصولی کے لیے بھیجا لیکن عشر کی نفی کی اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ اور ٹیکس الگ الگ ہیں عہد جاہلیت کی رسم کو ختم کیا گیا)

نیز جو مال کفار سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہوتا ہے وہ اہل اسلام کا حق ہے جب کہ زکوٰۃ مالداروں سے طہارت کے لیے لی جاتی ہے اور وہ جو جزیہ ہوتا ہے یہ طہارت مال کے لیے نہیں اور نہ ہی اجر ملتا ہے مسلمان کے لیے زکوٰۃ یعنی اجر والی چیز رکھی اور غیر اجر والی چیز یعنی جزیہ کفار پر۔

(۴):۔ حضرت عمرؓ مسلمانوں سے چالیس درہم سے ایک اور زمیوں سے بیس میں سے ایک درہم لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ پر کسی صحابی نے تنقید نہ کی تو اس سے ہمارا موقف ثابت ہوا۔

قیاس: تمام کا اتفاق ہے کہ چرنے والے جانوروں کے مالکوں سے اور پھلوں میں بھی حاکم عامل بھیج کر زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے۔ تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ بقیہ مال زکوٰۃ کے

دلیل:۔ حضرت صلہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمارؓ کے پاس تھے کہ ایک بھنی ہوئی بکری لائی گئی انہوں نے فرمایا اسے کھاؤ ایک آدمی یہ کہہ کر الگ ہو گیا کہ وہ روزہ دار ہے۔ حضرت عمارؓ نے فرمایا جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

دوسرا گروہ:۔ ان کے نزدیک اس دن کے نفلی روزہ میں کوئی حرج نہیں۔ ان کے نزدیک مذکورہ بالا حدیث میں رمضان کا روزہ رکھنے کی ممانعت ہے نفلی روزہ پر کوئی پابندی نہیں۔

دلیل:۔ آپ ﷺ نے فرمایا رمضان المبارک سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو مگر جب وہ روزہ تمہارے معمول کے مطابق رکھے گئے روزوں کے موافق ہو جائے تو جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

باب 55:۔ باب الجمع بین الصلوٰتین بجمع کیف ھو

سوال:۔ دو نمازوں کو کیسے جمع کیا جائے گا؟

جواب:۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ:۔ ان کے نزدیک مغرب اور عشاء مزدلفہ میں اور دو اذانوں اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کی جائیں گی۔

دلیل 1:۔ عبدالرحمٰن بن یزید سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود کے ساتھ مکہ کی طرف نکلا جب آپ مزدلفہ میں پہنچے وہاں دونوں میں سے ہر نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ادا کیں اور ان کے درمیان کوئی اور نماز ادا نہ کی۔

دلیل 2:۔ حضرت اسودؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مزدلفہ میں دو بار دو نمازیں جمع کر کے ادا کیں۔ ہر نماز کے لیے الگ الگ اذان و اقامت کہی جاتی رہی اور کھانا ان دو نمازوں کے درمیان ہوتا تھا۔

دوسرا گروہ:۔ (امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ)

ان کے نزدیک پہلی نماز کے لیے اذان و اقامت کہی جائے گی لیکن دوسری نماز کے لیے نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ دوسری اذان و اقامت کا اہتمام اس لیے کیا کہ جو لوگ کھانے کی خاطر بکھر چکے تھے وہ جمع ہو جائیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب اس طرح کسی بھی وجہ سے لوگ منتشر ہو چکے ہوں تو امام یا حاکم اذان کے ذریعے ان کو جمع کر سکتا ہے۔

دلیل 1:۔ عبدالرحمٰن بن یزیدؒ نے فرمایا ابن مسعودؓ دو نمازوں کے درمیان کھانا کھاتے تھے مزدلفہ میں۔

دلیل 2:۔ حضرت حاکم حضرت سعید بن جبیرؒ کے مزدلفہ میں نمازیں جمع کر کے پڑھنے کے بارے میں فرماتے ہیں اذان ہوئی آپ نے مغرب کی تین رکعت ادا کیں پھر کھڑے ہوئے پہلی اقامت کے ساتھ ہی دو رکعت عشاء کی ادا کیں اور فرمایا حضرت ابن عمرؓ نے اس جگہ ایسے ہی کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ادا فرمائیں تھیں۔

تیسرا گروہ:۔ (امام طحاوی و دیگر علماء)

ان کے نزدیک دونوں نمازوں کے لیے اذان ایک اور اقامت الگ الگ ہوگی۔

دلیل:۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مزدلفہ تشریف لائے تو ان کو مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائیں۔

قیاس:۔ عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کی جاتیں ہیں لہٰذا سارے اختلاف سے بچنے کے لیے اسی پر قیاس کرتے ہوئے مغرب اور عشاء بھی مزدلفہ میں ایسے ہی ادا کی جائیں۔ نیز یہ حکم صرف حج کے موقع پر حجاج کرام کے لیے ہے اس لیے یہ قیاس بطریق اولیٰ احسن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

باب 56:۔ (باب المتمتع الذی لایجد ھدیاً ولا یصوم فی العشر)

سوال:۔ حج تمتع کرنے والا اگر قربانی کا جانور بھی نہ پائے اور روزے بھی نہ رکھ سکے تو کیا کرے؟

جواب:۔ **پہلا گروہ:۔**

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ حج تمتع اور حج قران والا اور محصر (جس کو جبراً روک دیا ہو) جب وہ قربانی کا جانور بھی نہ پائیں اور اس سے پہلے تین دن کے روزے بھی نہ رکھ سکیں وہ ایام تشریق میں روزے رکھ سکتے ہیں اور کسی کے لیے ان دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔

دلیل:۔ حضرت عروہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اور حضرت سالمؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایام تشریق میں صرف محصر اور تمتع کو روزے رکھنے کی اجازت

دی ہے۔

دوسرا گروہ: ان کے نزدیک ان دنوں میں کسی کے لیے بھی کسی قسم کا روزہ رکھنا جائز نہیں۔

دلیل 1: حضرت ابومرۃ (یزید الہاشمی) سے مروی ہے کہ وہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص قربانی کے دوسرے یا تیسرے دن عمر بن العاص کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے کھانا پیش کیا۔ حضرت عبداللہ کہنے لگے میں روزہ دار ہوں۔ عمر بن العاص نے فرمایا روزہ توڑ دو کیونکہ ان دنوں میں حضور ﷺ نے ہمیں روزہ افطار کرنے کا حکم دیا ہے اور روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ عبداللہؓ نے روزہ افطار کر لیا اور انہوں نے بھی اور میں نے بھی کھانا کھا لیا۔

دلیل 2: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذیفہؓ کو مناء کے وقوف کے دنوں میں طواف کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ اعلان کرنا کہ ان دنوں روزے نہ رکھیں کیونکہ یہ کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں۔

دلیل 3: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے بعد یعنی ایام تشریک کے تین دن روزے رکھنے سے منع فرمایا۔

دلیل 4: حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت حذافہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ان دنوں سواریوں پر سوار ہو کر یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ یہ کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کے دن ہیں۔ ان میں روزہ نہ رکھو اس کے علاوہ بھی متواتر حدیث مروی ہیں۔ ان احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے مطلق روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے لہٰذا اس حکم سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہوگا۔

اعتراض: اگر یہ کوئی کہے آپ نے پہلی روایات کو ترک کر کے دوسری کیوں اختیار کی ہیں؟

جواب: دوسری احادیث کے متواتر ہونے اور صحت کے اعتبار سے قوی ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ اس میں یحییٰ بن سلام کی شعبہ سے اور ابن عربی لیلیٰ کی روایات فساد حفظ میں اور ضعف کی وجہ سے منکر ہیں یا میرا مقصد اہلِ علم پر طعن و تشنیع کرنا نہیں ہے میں نے صرف وہ بات کی ہے جو اسماء الرجال کے علماء نے ذکر کی ہے۔ ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایت کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس آیت (فصیام ثلاثۃ ایام فی الحج) سے ایام تشریک کو بھی ایام حج میں شمار کیا ہو اور وہ حضور ﷺ کے ممانعت والے حکم سے واقف نہ ہوں اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ سے ان دنوں میں روزہ نہ رکھنے والی حدیث بھی مروی ہے۔

قربانی کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت: ابوعبیدہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو اور انہی سے مروی دوسری روایت میں حضرت عمرؓ کا ذکر بھی ہے کہ یہ تمام حضرات نمازِ عید پڑھ کر باہر گئے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی تو میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ حضور ﷺ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے۔

قیاس: جب آپ ﷺ نے قربانی کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور قربانی کا دن ایام تشریک میں شامل ہے بلکہ ان سب دنوں میں قربانی ہو سکتی ہے۔ تو اس پر قیاس کرتے ہوئے بقیہ ایام تشریک میں بھی روزہ رکھنا ممنوع ہوگا۔ نیز جب آپ ﷺ نے منع فرمایا تو کیا قارن کیا متمتع کیا حصر سب اس حکم میں شامل ہوں گے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی عمر بن خطابؓ کے پاس حاضر ہوا (عید کے دن) عرض کی اے امیر المؤمنین میں حج تمتع کے لیے آیا ہوں نہ میں نے قربانی کی ہے نہ میں نے اس کے بدلے میں روزے رکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنی قوم کے سامنے یہ سوال پیش کرو پھر حضرت مسیب کو فرمایا اس کو ایک بکری دے دو تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر ان دنوں روزہ رکھنا جائز ہوتا تو آپ بھی اس حکم کی خلاف ورزی نہ کرتے۔

والله اعلم بالصواب

باب 57: باب النکاح المحرم

سوال: کیا محرم کے لیے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں مندرجہ ذیل گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: ان کے نزدیک نکاح کرنا، نکاح کرانا اور اس کا پیغام دینا (بھیجنا) سب ناجائز ہیں۔

دلیل: حضرت نبیہ بن وہب نے ابان بن عثمانؓ سے روایت کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد عثمان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ محرم نہ نکاح کر سکتا ہے، نہ کرا سکتا ہے اور نہ ہی پیغام بھیج سکتا ہے۔

دوسرا گروہ: ان کے نزدیک محرم کے لیے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نکاح کر سکتا ہے البتہ حالت احرام میں جماع نہیں کر سکتا۔

دلیل: ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارثؓ سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔ آپ ﷺ مکہ میں تین دن تک ٹھہرے رہے تو آپ ﷺ کے پاس حویطب بن عبدالعزیٰ تیسرے دن آیا (قریش کے قبیلے کا سردار تھا) قریش کے گروہ کے ساتھ آیا۔ ان سب نے کہا آپ کے مدت ختم ہو چکی ہے